قادیان میں

یأتون من کلّ فجٍّ عمیق کی پیشگوئی

اب بھی پوری شان سے پوری ہو رہی ہے

قادیان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے وقت ایک الگ تھلگ پڑی ہوئی گمنام بستی تھی جس کو اپنے علاقہ میں بھی کوئی اہمیت حاصل نہ تھی۔ لیکن خدا تعالے نے جب حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کو دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث فرمایا۔ تو بہت سے اور نشانات کے ساتھ آپ کو یہ وعدہ بھی دیا کہ قادیان میں لوگ دور دور سے اور گہرے رستوں سے چل کر آئینگے اور یہ زاویہ گمنامی میں پڑی ہوئی بستی بڑی شہرت اور عزت حاصل کرتی جائے گی۔ خدا تعالے کی وحی کے الفاظ جو حضرت اقدس علیہ السلام پر نازل ہوئے یہ تھے کہ

یأتون من کلّ فجٍّ عمیق
ویأتیك من کلّ فجٍّ عمیق

چنانچہ اس خدائی وعدہ کے مطابق قادیان میں دور و نزدیک سے کثرت کے ساتھ لوگ آنے شروع ہوئے اور قادیان کی شہرت اور ترقی روز افزوں ہوتی گئی۔ خود حضرت بانی سلسلہ علیہ السلام نے اس کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔ ؎

اک زمانہ تھا کہ میرا نام بھی مستور تھا
قادیاں بھی تھی نہاں ایسی کہ گویا زیر غار
لوگوں کی اس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی
میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی
اب دیکھتے ہو کیسا رجوع جہاں ہوا
اک مرجع خواص یہی قادیاں ہوا

تقسیم ملک سے پہلے تک قادیان ایک بہت بارونق اور مشہور شہر بن گیا تھا جس میں نئے زمانہ کی اکثر سہولتیں میسر تھیں۔ اور عوام و خواص کثرت کیساتھ اس کی زیارت کرنے اور حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالےٰ اور سلسلہ کے دوسرے بزرگوں سے روحانی اور علمی فوائد حاصل کرنے کیلئے یہاں آتے رہتے تھے۔

۱۹۴۷ء کے خونی انقلاب سے جہاں اور بہت سی تباہیاں و بربادیاں رونما ہوئیں وہاں مقدس مذہبی مقامات کو بھی سخت نقصان پہنچا۔ انمیں سے کئی ایک بالکل ویران ہو گئے۔ اس بربادی کے پیش نظر خیال کیا جاتا تھا کہ شائد قادیان اب پہلے کیطرح مرجع خلائق نہ رہیگا۔ اور وہ الہام جو یأتون من کلّ فجٍّ عمیق کے الفاظ میں حضرت بانی سلسلہ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ پورا ہونے سے رک جائیگا لیکن وہ خدا جس نے یہ وعدہ دیا تھا اور جس نے اس مقدس مقام سے جماعت کی ہجرت کی اطلاع بھی قبل از وقت دی تھی۔ اور ساتھ ہی اس مقدس بستی کی حفاظت کا ان الفاظ میں وعدہ فرمایا تھا کہ لو لا الاکرام لھلک المقام اس نے لوگوں کو کھینچ کھینچ کر اس بستی کیطرف متوجہ کیا۔ اور دنیا یہ معلوم کرکے حیران ہو گئی کہ اس زمانہ میں بھی جب حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالےٰ مع احمدیوں کی اکثر آبادی کے قادیان میں موجود نہیں۔ اس مقدس بستی کی زیارت کیلئے پچاس ہزار غیر مسلم ۱۹۴۷ء کے بعد سے آچکے ہیں۔ اور یہ تعداد ان احباب کے علاوہ ہے جو مختلف سالانہ اجتماعوں پر ہندوستان سے آتے رہے ہیں۔

پھر یہ بھی عجیب بات ہے کہ ان پانچ سالوں میں دنیوی اعتبار سے جتنے بڑے بڑے لوگ قادیان میں آئے اتنی تعداد میں اس سے قبل کبھی نہیں آئے۔ ذیل میں ہم مثال کے طور پر بعض افسران حکومت کے نام تحریر کرتے ہیں جنہوں نے تقسیم ملک کے بعد قادیان اور ہمارے مقدس مقامات کی زیارت کی۔ ان ناموں اور تعداد سے خدائی وعدہ کا شاندار طور پر پورا ہونا کسی قدر اندازہ ہو سکتا ہے اور حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی صداقت کا ایک روشن ثبوت سامنے آتا ہے۔

(۱) جنرل کے۔ ایم کریاپا کمانڈر انچیف افواج ہند (۲) مسٹر حسین شہید سہروردی سابق وزیر اعظم بنگال (۳) میجر جنرل تھورٹ (۴) میجر جنرل ٹھمایا۔ (۵) بریگیڈیر محمد عثمان (۶) بریگیڈیر محمود قریشی صاحب بریگیڈیر پریتپال (۷) مسٹر کے سی نیوگی وزیر حکومت ہند (۸) مسٹر گوپی چند بھارگو وزیر اعظم پنجاب (۹) مسٹر بھیم سین سچر وزیر اعظم پنجاب (۱۰) گیانی کرتار سنگھ وزیر تعلیم پنجاب (۱۱) سردار ایشر سنگھ مجھیل وزیر سول سپلائی (۱۲) لالہ جگت نرائن وزیر تعلیم پنجاب (۱۳) سردار سورن سنگھ وزیر داخلہ پنجاب (۱۴) ڈاکٹر ستیہ پال سپیکر پنجاب اسمبلی (۱۵) سردار گوردیال سنگھ ڈی۔ آئی۔ جی (۱۶) ماسٹر تارا سنگھ صاحب اکالی لیڈر۔ .... (۱۷) جنرل موہن سنگھ صاحب (۱۸) سردار گربچن سنگھ باجوہ وزیر ٹیکس پنجاب (۱۹) سردار سنت پرکاش سنگھ آئی جی پولیس پنجاب

ان افسران کے علاوہ ضلع کے متعدد افسران، اخباری نمائندے اور بیرونی ممالک کے احمدی بھی اس عرصہ میں قادیان مقدس آئے ہیں۔

کیا وہ ذو الجلال اور قادر مطلق خدا جس نے اپنے وعدہ کے مطابق قادیان کو ان غیر معمولی حالات میں بھی مرجع خلائق بنایا۔ اس بات پر قادر نہیں کہ اپنے ایک دوسرے وعدہ کے مطابق ہمارے مقدس امام ایدہ اللہ کو مع اپنے قدوسی صفت ساتھیوں کے دوبارہ قادیان میں واپس لائے۔ یقیناً وہ اس بات پر قادر ہے اور کوئی بات اس کے آگے انہونی نہیں۔

مبارک ہیں وہ لوگ جو ان خدائی وعدوں کے پورا کرنے میں اپنی قربانیوں سے مدد دیتے ہیں۔

چھاپ عبد الرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی صحت و عافیت کے متعلق ربوہ سے تار موصول نہ ہونے کی وجہ سے تازہ اطلاع شائع نہیں کی جا سکی۔ لیکن تمام احباب جماعت سے التماس ہے کہ وہ اپنے پیارے و مقدس آقا کی کامل صحت، درازیٔ عمر اور مقاصد عالیہ میں فائز المرام ہونے کے لئے خاص طور پر دعائیں جاری رکھیں خدا تعالےٰ اپنے فضل سے ہمارے موعود امام ایدہ اللہ تعالےٰ کے عہد سعادت میں اسلام و احمدیت کی فتح و غلبہ کے سامان پیدا فرمائے۔

— آمین —

مقدس باغ بہشتی مقبرہ قادیان کے متعلق

جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان کا پرزور احتجاج

جماعت احمدیہ کے مقدس و متبرک باغ متصل بہشتی مقبرہ قادیان کے خلاف جو تازہ شرارت اٹھائی گئی ہے وہ اس باغ کو جس میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام اپنی زندگی میں کثرت سے آتے جاتے رہے اس میں کئی ماہ تک ۱۹۰۰ء میں صحابہ کے ساتھ کیمپ کیا۔ اسی میں آپ کا جسد اطہر بعد وفات رکھا گیا۔ اور نماز جنازہ ادا ہوئی نیز یہی وہ باغ ہے جس میں بیعت خلافت اولیٰ ہوئی اور احباب جماعت عام طور پر جنازہ اور عیدین کی نمازیں ادا کرتے ہیں۔ اور بہت سے خدائی نشانات ظاہر ہوئے ہیں باوجود ان سب باتوں کے احمدیہ جماعت کے قبضہ سے نکالنے اور نکاسی قرار دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ہندوستان کے طول و عرض سے احمدیہ جماعتیں احتجاجی ریزولیوشن پاس کر کے بھجوا رہی ہیں۔ ان سب احتجاجی ریزولیوشنوں کا ترجمہ جو مفصل اور طویل ہیں شائع کرنے کی گنجائش نہیں۔ لہذا ذیل میں صرف ان جماعتوں کے نام درج کر دیئے جاتے ہیں۔ جنہوں نے اسسٹنٹ کسٹوڈین صاحب گورداسپور کی طرف سے اس ناپسندیدہ اقدام کے خلاف پرزور پروٹسٹ کیا ہے اور جماعت احمدیہ کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے والا قرار دیا ہے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ افسران متعلقہ اس فیصلہ کے پیش نظر بالا افسران بعد تحقیق کر چکے ہیں۔ اس کارروائی کو فوراً بند کر کے احمدیہ جماعت کو شکریہ کا موقعہ دیں گے۔

(۱) جماعت احمدیہ پٹنہ (بہار)
(۲) جماعت احمدیہ حیدرآباد
(۳) جماعت احمدیہ کنانور (مالابار)
(۴) جماعت احمدیہ یادگیر (حیدرآباد دکن)
(۵) جماعت احمدیہ چنتہ کنٹہ حیدرآباد (دکن)
(۶) جماعت احمدیہ سندرگڑھ (علاقہ بمبئی)
(۷) جماعت احمدیہ جمشید پور۔
(۸) جماعت احمدیہ کلکتہ (بنگال)
(۹) جماعت احمدیہ ہبلی (علاقہ بمبئی)
(۱۰) جماعت احمدیہ بھاگلپور (بہار)
(۱۱) جماعت احمدیہ آسنور (کشمیر)
(۱۲) جماعت احمدیہ سرینگر (کشمیر)
(۱۳) جماعت احمدیہ سکندرآباد (دکن)
(۱۴) جماعت احمدیہ بمبئی۔

اخبار قادیان

۱۴ر دسمبر۔ بعد نماز عصر مولوی محمد حفیظ صاحب بقاپوری و افظ مقامی نے اشرف النساء صاحبہ بنت محمد ظہیر الدین صاحب ساکن بمبئی کا نکاح محمد موسیٰ صاحب درویش ولد محمد عبد الصمد قادیان سے بعوض پانچ سو روپیہ مہر پڑھا۔ اسی طرح قمر النساء صاحبہ بنت محمد ظہیر الدین صاحب ساکن بمبئی کا نکاح بشیر احمد صاحب ولد علم الدین درویش قادیان سے بعوض پانچ صد روپیہ مہر پر پڑھا گیا تھا۔ یہ دونوں رشتوں کو جانبین کے لئے موجب برکت بنائے ہر دو درویشان اپنی شادی کے سلسلہ میں ۱۷ر دسمبر کو بمبئی کے لئے روانہ ہو گئے۔

۱۹ر دسمبر بعد نماز جمعہ حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحب فاضل امیر جماعت احمدیہ قادیان نے رشیدہ خاتون صاحبہ بنت قمر الدین صاحب مونگھیر محلہ پورب سرائے کا نکاح مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب فاضل درویش ولد چوہدری خیر الدین صاحب سے بعوض پانچ صد مہر پر پڑھا۔ خدا تعالےٰ اس رشتہ کو مثمر ثمرات حسنہ بنائے۔

خدا کے فضل و کرم سے مقبرہ بہشتی کے گرد پختہ دیوار مکمل ہو چکی ہے۔ مقبرہ کے پودوں کو سرسبز و شاداب رکھنے کے لئے بجلی کا پمپ ستمبر سے لگ چکا ہے اب مقبرہ میں بجلی کی روشنی کا انتظام ہو گیا ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحب فاضل امیر مقامی مورخہ ۱۹ر دسمبر بروز جمعہ پونے سات بجے شب اس کا افتتاح فرمایا۔ اور درویشان کرام کی کثیر تعداد جماعت کے ساتھ اجتماعی دعا بھی فرمائی۔ خدا تعالےٰ نے اسے ہر رنگ میں موجب خیر و برکت بنائے۔ آمین۔

جلسہ سالانہ کی تیاریاں بفضلہ تعالےٰ پوری کوشش سے ہو رہی ہیں۔ مکرم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ افسر جلسہ سالانہ جملہ انتظامات کی نگرانی فرما رہے ہیں۔

البدر

مقتبس از پیغام سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

"سب سے پہلے تو میں اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس اخبار کو بہتر سے بہتر کام کرنے کی توفیق بخشے۔ اور اس اخبار کے چلانے والوں کو ظاہری اور باطنی علوم عطا کرے۔ جس سے وہ قوم اور ملک کی صحیح رہنمائی کر سکیں۔ اور جماعت احمدیہ کو اسباب کی توفیق عطا فرمائے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اس اخبار کو خرید کر اخبار کی اشاعت کو دیئے سے دیئے کرتے چلے جائیں۔ اور ملک کے ہر گوشہ میں اسے پھیلا دیں یہاں تک کہ یہ اخبار روزانہ ہو جائے؟

برادران۔ ہم سب جانتے ہیں کہ یہ وقت ہندوستان اور پاکستان کے لوگوں کے لئے بڑا نازک ہے۔ اور جماعت کے لئے خصوصاً نازک ہے۔ مگر ہم ایک ایسے خدا کے بندے ہیں۔ اور اس پر ایمان اور یقین رکھتے ہیں جس کے ایک اشارہ سے دنیا میں پیدا ہوتی اور مٹتی ہیں۔ اور قومیں ابھرتی اور گرتی ہیں اور حکومتیں قائم ہوتی اور تباہ ہوتی ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ آپ لوگ خدا کا ہتھیار ہیں۔ آپ لوگ خدا کی تدبیر ہیں۔ آپ لوگ وہ بیج ہیں جو خدا نے دنیا میں بکھیرا ہے۔ نہ خدا کا ہتھیار کند ہو سکتا ہے نہ خدا کی تدبیر ضائع ہو سکتی ہے۔ اور نہ خدا کے پھینکے ہوئے بیجوں کو کیڑا کھا سکتا ہے۔ پس اپنی نظریں آسمان کی طرف رکھو اور زمین کی طرف مت دیکھو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سچائی اور حق و انصاف کو تم نے دنیا میں پھیلانا ہے۔ آئندہ دنیا کی زندگی اور اس کی ترقی تمہارے ساتھ وابستہ ہے اور کائنات کی حرکت تمہارے اشاروں پر تیز یا سست ہونے والی ہے۔ پس اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو تبلیغ کو وسیع کرو۔ زیادہ سے زیادہ یکجہتی۔ یک رنگی اور اتحاد پیدا کرو۔ اپنے مرکز کے ساتھ تعلق کو مضبوط کرو اور ایسا کبھی نہ ہونے دو کہ تمہیں قادیان آنے کی فرصت حاصل ہو۔ اور تم اس سے فائدہ نہ اٹھاؤ"

ولادت

۱۳ر دسمبر کو مولوی محمد صادق صاحب نارت مبلغ امرتسر کے ہاں لڑکی تولد ہوئی خدا تعالےٰ نو مولودہ کو لمبی عمر عطا فرمائے اور والدین کے لئے قرۃ العین بنائے۔

میری صحت عرصہ سے کمزور ہے اس لئے احباب کے خطوط کا براہ راست جواب نہیں دے سکتا گو دعا کا قاعدہ کرتا ہوں احباب میری صحت اور رضا الٰہی کے حصول کے لئے دعا فرمائیں۔
خاکسار (حضرت بھائی) عبد الرحمٰن قادیانی

دعائے مغفرت اور مرحومین کا ذکر خیر

۱۔ مورخہ ۱۶ر دسمبر کو بذریعہ تار یہ افسوسناک خبر موصول ہوئی کہ حضرت سید محمود اللہ شاہ صاحب ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام سکول ربوہ وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم نے جس حسن خوبی سے احمدیت کے نوجوانوں کی تعلیم کا انتظام کیا وہ انہی کا حصہ ہے ... ان کی خدمت کی یادگار رہیگی۔ خدا تعالےٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اپنے خاص فضل سے ان کا بہترین مقام پیدا کرے آمین

۲۔ مولوی برکت علی صاحب نائب افسر لنگر خانہ قادیان اور محمد یوسف صاحب درویش قادیان کے والد ماجد محمد اسمٰعیل مورخہ ۱۳ر دسمبر کو موضع نصیرہ ضلع گجرات میں فوت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم سلسلہ احمدیہ سے محبت و اخلاص رکھتے تھے۔ چنانچہ اپنے دونوں

د خواست دعا ... اور ان کے بیٹے ... بشیر احمد ... عرصہ ... ماہ ... مقدمہ میں ماخوذ ہیں باعزت بریت کیلئے نہایت عاجزانہ درخواست دعا ہے۔ خاکسار محمد حنیف ...

خطبہ جمعہ

قومی زندگی نوجوانوں سے وابستہ ہوتی ہے اس لئے انہیں اپنے فرائض منصبی اور قومی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی طرف توجہ کرنی چاہیئے

ہمارے نوجوانوں کو چاہیئے کہ وہ زیادہ سے زیادہ پیشے اختیار کریں۔ تاکہ ملک کو ترقی حاصل ہو

از سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۲۱ نومبر ۱۹۵۲ء بمقام ربوہ

خطبہ نویس سلطان احمد صاحب پیر کوٹی

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔
میں پچھلے دو جمعے نہیں پڑھا سکا۔ اور اس کی وجہ پہلے تو یہ ہوئی کہ میرے

پاؤں میں درد کا شدید دورہ

ہوجاتا رہا۔ اور آخری ایام میں دوبارہ بخار شروع ہوگیا پہلے تو یہ ہوتا رہا کہ چھ سات ماہ یا سال کے بعد درد کا سخت دورہ ہوگیا۔ پندرہ بیس دن رہا۔ اور پھر آرام آگیا لیکن اس سال پچھلے تین چار ماہ سے (شاید یہ موسم کے تغیر کا نتیجہ ہے۔ یا مرض نے پلٹا کھایا ہے) اصل مرض قائم رہتا ہے۔ اور بجائے اس کے کہ سال میں یا چھ سات ماہ میں ایک دفعہ دورہ ہو۔ ایک دن دورہ ہوجاتا ہے۔ اور دوسرے دن تخفیف ہوجاتی ہے۔ یا تین چار دن دورہ رہتا ہے۔ اور تین چار دن آرام رہتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات دورہ متواتر گھنٹوں میں بدلتا ہے۔ اور بعض اوقات ہفتہ کے ایام میں بدلتا ہے۔ لیکن یہ بات ضرور ہے۔ کہ درد کا دورہ اتنا شدید نہیں ہوتا۔ کہ میں چارپائی پر لیٹنے پر مجبور ہو جاؤں۔ لیکن اس قدر ضرور ہوتا ہے کہ مجھ سے زیادہ چلا نہیں جاتا۔ خصوصاً سیڑھیاں اترنے میں تکلیف ہوتی ہے۔ اور اس طرح نماز کے لئے مسجد میں نہیں آسکتا۔ اسی طرح پچھلے

تین ہفتوں میں متواتر بخار

چلتا رہا۔ ڈاکٹروں نے جیسا کہ ان کی عادت ہوتی ہے۔ اسے ملیریا قرار دیا۔ چنانچہ میں نے کونین کھائی۔ اٹیبرین کھائی۔ پلیوڈرین کھائی۔ پلازما کوئین کھائی۔ لیکن کسی دوا سے فائدہ نہ ہوا۔ چونکہ بخار ہلکا رہتا تھا۔ اور متواتر رہتا تھا شروع میں چودہ چودہ پندرہ پندرہ یا سولہ سولہ گھنٹے متواتر بخار رہتا تھا۔ اور سل دق میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ بخار ہر روز چڑھتا ہے۔ اور شروع میں ہلکا بخار رہتا ہے۔ اس لئے گو ڈاکٹروں نے تو یہ کہا کہ سینہ صاف ہے اس میں کوئی تکلیف نہیں۔ لیکن میں نے خود یہ خیال کیا کہ شاید سل کا کوئی شائبہ نہ ہو۔

چنانچہ میں نے تریاق سل کھانا شروع کیا۔ اور میں نے دیکھا کہ اس کے استعمال سے بخار اترنا شروع ہوگیا۔ اور پھر پندرہ بیس دن تک بخار نہ ہوا۔ چار پانچ دن ہوئے میں۔ نماز کے لئے مسجد میں آگیا۔ تو گھر جانے پر

جسم میں تکان

محسوس ہوئی۔ اور میں نے خیال کیا کہ شاید بخار دوبارہ ہوگیا ہے۔ میں نے سمجھا کہ ایک عرصہ کے بعد میں نماز کے لئے مسجد میں چلا گیا ہوں۔ لیکن دوسرے دن بخار زیادہ ہوگیا۔ میں نے پھر تریاق سل کا استعمال کیا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ پرسوں میں نے "تریاق سل" کھائی۔ اور کل بخار کم ہوگیا۔ اس طرح بخار کا وقت بھی کم ہوگیا پہلے جب بخار ہوا تھا۔ تو صبح آٹھ نو بجے بخار ہوجاتا تھا بلکہ کبھی اس سے بھی پہلے بخار ہوجاتا تھا۔ اور رات کو دس گیارہ بجے کے درمیان اترتا تھا۔ اس طرح پندرہ سولہ گھنٹے متواتر بخار رہتا تھا۔ بہرحال اس مجبوری کی وجہ سے میں اندر بیٹھ کر کرنے والے کام تو کرلیتا ہوں۔ مگر یہ بیماری ایسی ہے کہ اس میں حرکت کرنا مضر ہوتا ہے۔ اور اسے میں برداشت نہیں کرسکتا۔ اس لئے میں مسجد میں نماز کے لئے نہیں آسکتا کیونکہ اب اس کے لئے سیڑھیاں اترنی پڑتی ہیں۔ مرض کے متعلق ابھی تو کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ ڈاکٹر کہتے ہیں سینہ صاف ہے۔ لیکن سینہ کے علاوہ سل کا مادہ بعض دوسرے اعضاء پر بھی حملہ کردیتا ہے۔ چنانچہ

سل کا اثر گلا پر

بھی ہوتا ہے انتڑیوں میں بھی سل ہوتی ہے۔ گلا پر اس کا اثر زیادہ نمایاں ہوتا ہے۔ یعنی گلا بالکل بیٹھ جاتا ہے لیکن میرا گلا ٹھیک ہے۔ اس میں کوئی تکلیف نہیں ہاں انتڑیوں میں اس کا اثر ہوسکتا ہے۔ کیونکہ مجھے اجابت کم ہوتی ہے۔ جلاب لیتا ہوں تو اجابت ہوتی ہے۔ ورنہ نہیں۔ بہرحال اس بیماری کے اثر کے نیچے اور کچھ اس خوف کی وجہ سے کہ یہ مرض بڑھ نہ جائے میں مسجد میں نہیں آسکا کیونکہ پہلے تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ حرکت کرنا مضر ہے۔ اور چونکہ خطرہ ہوتا ہے کہ مرض بڑھ نہ جائے۔ اس لئے ہمت ہو بھی تو میں احتیاط کرتا ہوں۔ مگر گھر میں بیٹھ کر جو کام کرسکتا ہوں وہ کرتا ہوں آجکل تفسیر بھی لکھ رہا ہوں خطوط کا جواب بھی دیتا ہوں۔ ملاقات بھی کرتا ہوں اور دوسرے دفتری کام بھی کرتا ہوں۔

اب میں

نوجوانوں کو خطاب

کر کے انہیں اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے فرائض منصبی اور قومی ذمہ داریوں کے ادا کرنے کی طرف توجہ کریں۔ ان کے ماں باپ اس وقت میرے مخاطب ہیں۔ قومی زندگی نوجوانوں کی ترقی کے ساتھ وابستہ ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ جس وقت احرار کا فتنہ ۱۹۳۴ء میں شروع ہوا تھا۔ اس وقت نہ معلوم کیا حالات تھے۔ جن کی وجہ سے جماعت میں اتنی بیداری پیدا ہوئی کہ سینکڑوں نوجوانوں نے زندگیاں وقف کیں۔ اور پھر ایسے حالات میں اپنی زندگیاں وقف کیں۔ جو آجکل کے حالات سے بالکل مختلف تھے۔ آجکل تو واقفین کے گذارے ایک حد تک معقول ہیں۔ لیکن اس وقت جو گذارے دیئے جاتے تھے۔ وہ بہت قلیل تھے۔ لیکن اس کے باوجود سینکڑوں نوجوانوں نے اپنی زندگیاں وقف کیں۔ اب

جو نوجوان باہر جاتے ہیں

انہیں علاوہ مکان اور دوسرے ضروری اخراجات کے گیارہ پونڈ ماہوار دیئے جاتے ہیں۔ اگرچہ یونڈ کے علاقوں میں گیارہ پونڈ بھی بہت کم ہیں۔ مگر پھر بھی مبلغ کو مکان کے اخراجات۔ پانی کے اخراجات۔ بجلی کے اخراجات وغیرہ علاوہ مل جاتے ہیں۔ لیکن اس وقت ہم انہیں اس سے بھی کم اخراجات دیتے تھے۔ اور بعض اوقات تو کچھ بھی نہیں دیتے تھے۔ بلکہ کہتے تھے جاؤ اور کام کرو۔ بعض اوقات چھ سات پونڈ دے دیتے تھے اور کہتے تھے۔ اسی رقم سے مکان پانی خوراک اور بجلی وغیرہ کا انتظام کرو۔ لیکن اس زمانہ میں جب احمدیت کے خلاف پہلے سے بھی زیادہ شدید مخالفت اٹھی اور احمدیت سے محبت رکھنے والوں کے دل میں یہ خطرہ پیدا ہوگیا کہ اب دین کی حالت نہایت نازک ہو گئی ہے جماعت کے نوجوانوں میں

وہ بیداری نظر نہیں آئی

جو پہلے ان میں پیدا ہوئی تھی۔ احرار کے پہلے فتنہ کے وقت تو یہ حالت تھی کہ اسے دیکھ کر سینکڑوں نوجوانوں نے زندگیاں وقف کردیں۔ لیکن اس شورش کے وقت میں میں دیکھتا ہوں کہ سینکڑوں نوجوانوں کا زندگیاں وقف کرنا تو ایک طرف رہا۔ درجنوں نوجوانوں نے بھی زندگیاں وقف نہیں کیں۔ بلکہ ہفتہ دو ہفتہ میں ایک آدھ درخواست ایسی آجاتی ہے کہ مجھے

وقف سے فارغ کردیا جائے

کیونکہ میں تکالیف کو برداشت نہیں کرسکتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسے حالات میں ایسے شخص کا ایمان کوئی ایمان نہیں اس وقت اس کے لئے دو ہی راستے کھلے ہیں۔ یا تو اپنی جان کی قربانی دے کر دین کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنا۔ اور یا مرتد ہو جاتا۔ دشمن اسے اس سے ورے نہیں چھوڑتا۔ دشمن

اس دنیا میں

اسے ان دو چیزوں میں سے ایک چیز ضرور دے گا۔ یا تو وہ اسے مرتد کردے گا۔ اور یا اسے موت دے گا اور جب ارتداد اور موت ایک طرف ہوں تو مال اور جان کی قیمت ہی کیا رہ جاتی ہے۔ انسان سمجھتا ہے کہ چلو جہاں دین

سلامت رہتا ہے تو میں چلو میں اپنی جان کی قربانی دیتا ہوں۔

دنیوی جنگوں کے موقعہ پر

لاکھوں لاکھ لوگ اپنی جانیں پیش کر دیتے ہیں۔ پچھلی جنگ عظیم میں ۶۰ لاکھ انگریز جنگ میں شامل ہوئے۔ اور ۷۰-۸۰ لاکھ کے قریب جرمن تھے جنہوں نے جنگ کے لئے اپنی زندگیاں پیش کیں۔ ان کی جانیں بھی جاری جانوں کی طرح تھیں۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ

ہمارا ملک اور ہماری قوم

خطرہ میں ہے اور اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ ہم اپنی زندگیاں ملک اور قوم کی خاطر پیش کر دیں۔ تو انہوں نے اپنی جانیں پیش کر دیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس میں ایک حد تک کنسکرپشن بھی تھی یعنی جبری بھرتی لیکن اگر ۶۰ لاکھ انگریزوں میں سے ۲۰ لاکھ ایسے نکل آئیں جو جبراً بھرتی کرلئے گئے تھے۔ تب بھی ۴۰ لاکھ نوجوان ایسے تھے۔ جنہوں نے ملک و قوم کی خاطر اپنی جانیں خوشی سے قربان کیں۔ اور یہ ایک بڑی تعداد ہے۔ اگر ایک کروڑ امریکنوں میں سے جنہوں نے جنگ میں شمولیت کی ½ لوگ ایسے نکال دیئے جائیں جو جبراً بھرتی کرلئے گئے تو ۳۳ لاکھ ایسے آدمی رہ جاتے ہیں جنہوں نے بطور والنٹیرا اپنی جانیں پیش کیں۔ اسی طرح اگر ۷۰ لاکھ جرمنوں میں سے ۳۰ لاکھ ایسے لوگ ہوں جنہیں حکومت نے جبری بھرتی کر لیا ہو تو پھر بھی ملک کی خاطر قربانی دینے والے ۴۰ لاکھ باقی رہ جاتے ہیں۔

بہرحال

جب خطرہ کا وقت ہوتا ہے

تو ملک اور قوم کی خاطر جان دینے والے بڑی تعداد میں آگے آجاتے ہیں۔ اب کجا یہ لوگ کہ وہ اپنے ملک و قوم کی خاطر قربانیاں دیتے ہیں اور کجا ہم جو ایک متمدن ملک میں رہتے ہیں۔ یہاں کبھی کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ چند اوباشوں نے حملہ کر دیا۔ لٹھ چلا دی۔ یا مکان لوٹ لیا۔ لیکن ہر وقت ایسا نہیں ہوتا۔ آخر لاکھوں کی جماعت میں کتنے ایسے واقعات ہوئے ہیں۔ قریباً ایک درجن ایسے واقعات ہوں گے۔ کہ احمدیوں کے مکانوں اور دوکانوں کو لوٹ لیا گیا ہو۔ انہیں گھروں سے نکال دیا گیا ہو۔ اور ایسی حرکات پر رجلا ر کرتے ہی ہیں گو بہن بے امن ملکوں میں ایسا ہوتا ہے وہاں پبلک طور پر یہ ہوتا ہے۔ کہ فلاں کو مار دو، فلاں کو پھانسی دیدو ہم تو ایک متمدن ملک میں رہ رہے ہیں۔ جس کے وزراء اور افسر رہا ہے ان میں سے بعض لوگ احراری کی چھوٹی موٹی بکنے ہوں دوسری حکومتوں کے رعب کی وجہ سے یا نیک نامی حاصل کرنے کی خاطر یا

اسلام کی محبت

کی وجہ سے یہ برداشت نہیں کرتے کہ کسی کو مذہب کی وجہ سے قتل کیا جائے۔ پس جب ہمیں اتنا بڑی قربانیاں نہیں کرنا پڑتیں جو یورپین کو کرنی پڑیں۔ یا اب بھی بعض قومیں کر رہی ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ہم قربانی کرنے میں

پس و پیش کریں۔ یہ یقیناً ہماری کمزوری کی علامت ہے پھر جو لوگ قربانی پیش کرتے ہیں انہیں بھی دیکھتا ہوں کہ وہ بھی کمزوری دکھاتے ہیں۔ انسان کو کم از کم کسی ایک طرف تو ہونا چاہیئے۔ انسان یا تو خدا تعالےٰ کا ہو رہے یا دنیا کا ہو رہے۔ ہمارے ہاں

پنجابی میں کہاوت ہے

کہ "یا تُوں اُس دے لڑ لگ جا یا اِس دے لڑ لگ جا" یہ ایک محاورہ ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ تو کسی کے دامن سے وابستہ ہو جا کیونکہ دنیا میں عزت اسی کی ہوتی ہے جو کسی کے دامن سے وابستگی رکھتا ہے۔ یا تو خدا تعالےٰ کے دامن سے وابستہ ہو جا اور یا دنیا کا دامن پکڑ لے۔ یہ نہیں کہ تو کسی کے دامن سے بھی وابستہ نہ ہو۔ میں نے بارہا نوجوانوں کو توجہ دلائی ہے کہ وہ اپنی تعلیم کی طرف توجہ کریں۔ وہ ان باتوں کو نہ دیکھیں کہ فلاں قسم کی تعلیم حاصل کرنے سے انہیں فلاں محکمے میں ملازمت مل جائے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ انہیں یہ خیال بھی نہیں کرنا چاہیئے کہ انہیں کوئی ملازمت مل جائے گی۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جس ملک کا بھی تمدن اعلیٰ ہے۔ اس کے کاریگر اور دوسرے پیشہ ور ملازموں کی نسبت زیادہ مرفہ الحال ہوتے ہیں۔ آبادی کا بہت تھوڑا حصہ ملازموں کا ہوتا ہے۔ زیادہ حصہ دوسرے لوگوں کا ہوتا ہے۔ ایشیائیوں کی خواہش تو ہے کہ وہ ترقی کریں لیکن جن ذرائع سے وہ ترقی ہوتی ہے انہیں اختیار کرنے کی طرف ان کی توجہ نہیں۔

کوئی چیز بھی قربانی کے بغیر

حاصل نہیں ہو سکتی۔ ادھر تو یہ شور مچایا جا رہا ہے کہ برطانیہ۔ امریکہ اور فرانس ساری دولت لے گئے ہیں۔ اور ادھر اعمال وہ ہیں جو دولت کمانے والے نہیں۔ جب ایشیائی لوگ اعمال نہیں کریں گے جو دولت دینے والے ہوں تو دولت آئے گی کس طرح ملازم دولت کما نہیں رہا ہوتا وہ دولت کھا رہا ہوتا ہے۔ مثلاً پولیس وغیرہ ہے وہ ملک کی دولت کھا رہی ہوتی ہے دولت کما نہیں رہی ہوتی۔ ملک کو دولت دینے والے اسکے تاجر پیشہ ور۔ کارخانہ دار ایکسپورٹ امپورٹ کرنے والے۔ بنکوں والے۔ کمپنیوں والے اور زمیندار وغیرہ ہوتے ہیں۔ نوکر دولت کھاتے ہیں۔ لیکن ہمارے ملک میں دولت کمانے والوں کی تعداد کھانے والوں کی نسبت بہت کم ہے۔ چنانچہ ہر زمیندار کا لڑکا جب جوان ہوتا ہے تو وہ یہ خیال کرتا ہے کہ وہ تھانیدار بنے گا۔ وہ تحصیلدار بنے گا۔ یا جج بنے گا۔ کوئی بھی ایسا نوجوان نہیں ہوگا جو یہ کہے کہ بجائے اس کے کہ میں تھانیدار بنوں۔ تحصیلدار بنوں یا جج بنوں میں کما کر ملک کو کھلاؤں گا پس

ہمارا دنیوی حصہ بھی

بہت کمزور نظر آتا ہے۔ میرے نزدیک جتنے لوگوں کی حکومت کو ضرورت ہے ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کو خود آزاد پیشوں کے ذریعہ روزی کمانے کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ اس سے ملک کو ترقی حاصل ہوگی بے شک انہیں شروع میں نقصان بھی اٹھانا پڑے گا لیکن جتنے موجد دنیا میں گذرے ہیں۔ ان کے حالات پڑھو تو بعض لوگوں نے تو کئی سالوں کے فاقہ کے بعد ایجادیں کی ہیں۔

مشہور واقعہ ہے

جرمن کا ایک نواب تھا۔ اسے خیال پیدا ہوا کہ لوہے یا تانبے کے برتنوں پر اگر کسی طرح چینی چڑھا دی جائے تو اس سے بڑا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ چنانچہ اس نے تمام چینی تیار کرنے کے متعلق تجربات کرنے شروع کئے۔ وہ اپنی ساری جائیداد بیچ کر تمام چینی تیار کرنے پر لگاتا رہا۔ لیکن اپنی ساری جائیداد لگانے کے بعد بھی اسے اس کام میں کامیابی نہ ہوئی۔ لیکن جتنی کامیابی ہوئی وہ سمجھتا تھا کہ وہ آنے ہی اپنے مقصد کے قریب ہوتا جا رہا ہے۔ وہ غریب ہو گیا اور دوستوں اور رشتہ داروں نے اس کی امداد کرنی شروع کر دی۔ چنانچہ وہ بھیک پر گذارہ کرتا تھا۔ اور رات دن تمام چینی تیار کرنے میں لگا رہتا تھا۔ ایک دن اس کے رشتہ داروں یا کسی دوست کے ہاں اس کی دعوت تھی۔ انہوں نے نہایت اصرار سے اسے بلایا تھا لیکن اس نے اپنی بیوی کو وہاں بھیج دیا اور خود دھونکنی چلانے میں مصروف رہا تاکہ تمام چینی تیار ہو جائے۔ آگ جلاتے جلاتے لکڑیاں ختم ہو گئیں۔ اس کے پاس پیسے نہیں تھے۔ کہ وہ لکڑیاں خرید لیتا۔ اس نے کرسیاں اور میز توڑ کر جلانے شروع کئے۔ جب وہ

آخری سامان جلا کر

تمام چینی تیار کرنے میں مصروف تھا تو اس نے ایک روشنی دیکھی جس کے متعلق اس کا یہ خیال تھا کہ وہ کامیابی کے وقت اسے نظر آئے گی۔ لیکن ادھر اس نے کامیابی دیکھی اور ادھر لکڑیاں ختم ہو گئیں اس کے پاس ایک جا کرسی باقی رہ گئی تھی جس پر وہ خود بیٹھا کرتا تھا اس نے اپنے بیٹے کو جو اس کے ساتھ کام کر رہا تھا آواز دی کہ اس کرسی کو توڑ ڈال اور بھٹی میں ڈال دے۔ تاکہ کام خراب نہ ہو۔ لڑکے نے ہچکچاہٹ ظاہر کی تو اس نے اُسے خود توڑا اور بھٹی میں جھونک دیا۔ یہ آخری ایندھن جب جلا رہا تھا تو اُسے وہ روشنی نظر آگئی جو اس کی

کامیابی کا پیغام

اسے دے رہی تھی۔ وہ خوشی میں ناچنے لگ گیا اور اس نے اپنے بیٹے سے مخاطب ہو کر کہا۔ اب تمہاری تکلیف کے دن ختم ہو گئے ہیں۔ غرض یہ تمام چینی جس سے تمہارے کھانے کے برتن۔ پیشاب اور پاخانہ کے برتن۔ بلکہ آگ پر چڑھانے والی کیتلیاں بھی اب تیار ہونے لگی ہیں۔ تم نہیں جانتے کہ اس مالدار شخص نے اپنی ساری جائیداد اس کی تیاری میں تباہ کر دی تھی اور

اب دنیا میں تمام چینی کے سینکڑوں کارخانے چل رہے ہیں۔ پس بغیر قربانی کے تم کامیابی کی امید کیسے کر سکتے ہو۔ کوئی جلسہ ہوا۔ اور پاکستان زندہ باد کے نعرے لگا دیئے گئے۔ تو اس سے پاکستان زندہ کیسے ہوا جب عمل مردہ باد والا ہو۔ تو پاکستان زندہ کیسے ہو سکتا ہے۔ پس ہمارے نوجوانوں کو

محنت کی عادت پیدا کرنی چاہیئے

مثلاً زمیندار ہیں۔ آجکل قحط کی وجہ سے وہ کتنا شور مچا رہے ہیں۔ مجھے بھی لوگ کہتے ہیں کہ کوئی ایسی تدبیر کیجئے یا ہمیں کوئی تجویز بتایئے جس پر عمل کر کے ہم اس قحط کا مقابلہ کر سکیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس قحط میں ہمارا اپنی کوئی حصہ ہے یا نہیں۔ کیا ہمارا زمیندار زمین میں اس طرح دانے ڈالتا ہے جس طرح ڈالنے کی ضرورت ہے۔ کیا وہ اسی طرح نلائی کرتا ہے جس طرح نلائی کرنے کی ضرورت ہے۔ کیا وہ اسی طرح ہل چلاتا اور کھیت کو پانی دیتا ہے جس طرح ہل چلانے اور پانی دینے کی ضرورت ہے۔ کیا وہ دانے بے اصول نہیں ڈال دیتا۔ کیا جب وہ کھیت کو پانی دیتا ہے تو پانی ادھر ادھر تو نہیں نکل جاتا۔ کیا اس کے کھیت میں اس قدر گھاس پیدا تو نہیں ہو جاتا۔ کہ اصل فصل نظر ہی نہ آئے کیا

جب وہ ہل چلاتا ہے

تو اس طرح تو نہیں ہوتا کہ وہ ہاتھ میں حقہ پکڑے ہوئے ہوتا ہے۔ بیل ٹھوکر کھاتا ہے اور ہل زمین سے اوپر اٹھ جاتا ہے اور بیچ میں کچھ جگہ خالی چھوٹ جاتی ہے جہاں ہل نہیں چلا ہوتا یا ناقص ہل چلتا ہے۔ اگر وہ یہ ساری احتیاطیں کرتا تو آج ہمارے ملک میں دوگنی پیداوار ہوتی۔ اور اگر ہماری گندم کی پیداوار ڈبل ہوتی تو آج قحط کیوں پڑتا۔ لیکن ہوا یہ کہ آج گندم ۲۲-۲۳ روپے فی من بک رہی ہے اور اس میں زمیندار کا اپنا قصور ہے۔ اگر وہ ذرا سی بھی توجہ کرتا تو آج ملک میں قحط نہ ہوتا۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اڑھائی تین سو من فی ایکڑ گندم نکل سکتی ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد نہیں رہا۔ ایک دفعہ میں نے قرآن کریم پر غور کر کے شاید یہ عدد نکالا تھا۔ ان دنوں ایک پروفیسر (کپور صاحب) اس بات میں لگے ہوئے تھے کہ زمین میں جو مادے ہیں ان کے لحاظ سے ہم

فی ایکڑ کتنی پیداوار

نکال سکتے ہیں۔ وہ کہتے تھے کہ ملک میں زراعت سے بے توجہی پائی جاتی ہے۔ اگر ذرا سی کوشش کی جائے تو پیداوار کئی گنے زیادہ ہو سکتی ہے۔ وہ مجھے ملنے کے لئے آئے تو میں نے انہیں کہا۔ قرآن کریم کی آیات پر غور کر کے میں نے یہ اندازہ لگایا ہے۔ کہ فی ایکڑ تین سو من تک پیداوار کی جا سکتی ہے۔ وہ ہندو تھا۔ لیکن میری یہ بات سن کر وہ دنگ رہ گیا اور اس نے کہا۔ ہماری نئی تحقیقات کے لحاظ سے بھی اندازہ دو سو من سے اوپر تک پہنچ گیا ہے۔ زمین میں جو کیمیکل پائے جاتے ہیں انہیں اگر ہم پر را

طرح استعمال میں لائیں۔ تو اتنے من فی ایکڑ پیداوار ہو سکتی ہے۔ اب ہمارے ملک کی اوسط پانچ من فی ایکڑ ہے۔ اگر یہ پیداوار دوگنی ہو جائے اور اوسط پانچ من فی ایکڑ سے دس من فی ایکڑ ہو جائے تو کتنا فرق ہو جائے۔ اور اگر یہ پیداوار پانچ من فی ایکڑ سے اڑھائی سو یا تین سو من فی ایکڑ ہو جائے۔ تو دنیا میں غلہ کی کمی بیان کی جاتی ہے۔ وہ یقیناً دور ہو جائے۔ اس وقت لوگ

پانچ من فی ایکڑ پیداوار

پر گذارہ کر رہے ہیں۔ اگر یہ پیداوار بڑھ کر اڑھائی سو یا تین سو من فی ایکڑ ہو جائے تو دنیا کی آبادی کئی گنا بڑھ سکتی ہے۔ اگر ہم صحیح طور پر ذرا ہمت کریں اور قرآنی تعلیم۔ سائنس اور تجربہ سے پورا فائدہ اٹھائیں اور غلہ بڑھائیں۔ تو آبادی ایک کھرب بتیس ارب تک بڑھ سکتی ہے اور دنیا میں ایک عظیم الشان تغیر پیدا ہو سکتا ہے۔ بعض کئی غیر آباد علاقے ہیں۔ انہیں آباد کیا جائے۔ تو پیداوار میں اور بھی زیادتی ہو سکتی ہے۔ مثلاً افریقہ کے علاقے ہیں۔ جو ابھی غیر آباد پڑے ہیں۔ آسٹریلیا اور کینیڈا کے علاقوں میں بھی بہت کم آبادی ہے اگر ان کی طرف توجہ کی جائے۔ تو زمینداری بڑھ سکتی ہے۔ تم محنت کی عادت ڈالو۔ سؤر کی عادت ہوتی ہے کہ وہ سیدھا چلتا جاتا ہے۔ سامنے کے خطرات کو نہیں دیکھتا۔ سؤر کا شکار کرنے والے نیزہ پکڑ کر رستے پر بیٹھ جاتے ہیں۔ سؤر سیدھا آتا ہے اور اس پر نیزہ گر جاتا ہے۔ لیکن چیتا شیر اور دوسرے جنگلی جانور خطرہ دیکھ کر رستہ سے ہٹ جاتے ہیں۔ اسی طرح مومن بھی خطرات کا خیال رکھتا ہے۔ اور وہ سؤر کی طرح سیدھا نہیں چلتا جاتا۔ یہ عادت گندے جانور کی ہے کہ وہ سیدھا چلا چلتا ہے پس سمجھدار

نوجوان کا کام ہے

کہ وہ اپنے ملک کے حالات اور ماحول پر غور کریں اور دیکھیں کہ ملک اور قوم کی ترقی کے کونسے ذرائع ہیں۔ ان ذرائع کو استعمال کریں۔ تا ملک ترقی کرے۔ ملک میں جو صنعتیں اور تجارتیں چھپی ہیں۔ ان کی طرف توجہ دی جائے اگر نوجوان اس طرف توجہ کریں تو بیشک وہ ابتداء میں تکلیف بھی اٹھائیں گے۔ لیکن آخر میں ایسے حالات پیدا ہو جائیں گے۔ جو ان کے خاندان اور ملک کے لئے مفید ہوں گے جیسا کہ میں نے بتایا ہے انگریزوں اور امریکنوں میں ہزاروں ایسے آدمی ہوں گے جنہوں نے اپنی جائدادوں کو تباہ کیا۔ تا ملک کے لئے وہ کوئی مفید چیز ایجاد کریں۔ لیکن ہماری جماعت میں ایسا کوئی آدمی نہیں جس نے کسی ایسی ایجاد کی طرف توجہ کی ہو۔ اس کے مقابلہ میں ان پڑھ آدمی ایسے پائے جاتے ہیں۔ جنہوں نے اس بات کی طرف توجہ کی اور وہ

کئی ایجادات

کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ ایک صاحب محمد حسین تھے جو دہلی کے رہنے والے تھے۔ پہلے وہ کانگرسی تھے۔ اور گاندھی جی کے ساتھ ان کے تعلقات تھے انہوں نے ۴۲ کے قریب ایجادیں کی تھیں۔ لیکن بدقسمتی کی وجہ سے ملک کے لوگوں کی اس طرف توجہ نہیں تھی اس لئے وہ ترقی نہ کر سکے۔ وہ ایجادیں کرتے تھے لیکن جو ایجاد کرتے تھے۔ تاجر اس طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے انہوں نے جو ایجادات کیں ان میں سے ایک ایجاد پوڈر کے ساتھ تعلق رکھتی تھی۔ اور ان کا دعویٰ تھا کہ اگر ہماری جماعت مدد کرے۔ تو وہ عظیم الشان کام کر سکتے ہیں۔ وہ گاندھی جی اور دوسرے کانگرسی لیڈروں کے خطوط بھی دکھاتے تھے۔ جو ان ایجادات کی تعریف میں انہوں نے لکھے تھے۔ وہ میرے پاس بھی آئے اور درخواست کی کہ میں جماعت میں تحریک کروں کہ ان کی مدد کی جائے۔ لیکن میں نے کہا ہمارے نوجوان سخت ناواقف ہیں۔ انہوں نے صنعتی تجربات حاصل نہیں کئے کہ وہ آپ کی مدد کریں۔ چنانچہ وہ مایوس ہو کر واپس چلے گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوے کے

ابتدائی زمانہ کی بات

ہے۔ میں چھ سال کا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ سیر کے لئے نکلے۔ آپ مسجد مبارک کے سامنے جو چوک ہے۔ اس میں پہنچے تو حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ دوست حضور کی تصویر لینے کی خاطر یہاں آئے ہیں۔ یہ ۱۸۹۴ء یا ۱۸۹۵ء کی بات ہے۔ اس زمانہ میں ابھی کیمرہ کا زیادہ رواج نہیں تھا۔ اس شخص نے ایک سٹینڈ کھڑا کیا اور اس کے اوپر گتے کی ایک چیز رکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فوٹو لی۔ جب آپ سیر کے لئے آگے تشریف لے گئے۔ تو اس شخص کے متعلق شروع ہوا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بتلایا گیا کہ وہ شخص مڈل تک تعلیم رکھتا ہے اور اس نے بڑی محنت کے ساتھ

کیمرہ کی ایجاد

کی ہے اور یہ کیمرہ جس سے آپ کی فوٹو لی گئی ہے۔ اس کا اپنا ایجاد کردہ ہے۔ اس شخص نے ایجادات کے شوق میں روس تک کا سفر بھی کیا ہے اور متعدد ایجادیں کی ہیں۔ وہ دوست جلد ہی فوت ہو گئے۔ کیونکہ اس کے بعد وہ دکھائی نہیں دیئے۔ پس ہمت اور کوشش کے ساتھ ہی انسان انسان بنتا ہے یا تو تم موجودہ حالتوں پر قائم رہ کر اپنی غلامی کے دور کو اور لمبا کرو گے یا غلامی کے طوق کو اتار کر سرداری کے تخت کو جیتو گے۔ یہ دونوں حالتیں تمہارے سامنے ہیں۔ یا تو تم کوشش نہیں کرو گے۔ اور یہ خیال کرو گے کہ موجودہ حالت کو بدلنے کی ضرورت نہیں اس حالت میں بھی روٹی مل جائے گی۔ لیکن اس طرح تم غلامی کی حالت میں رہو گے۔ پاکستان کے آزاد ہو جانے سے تم آزاد نہیں ہو جاتے کیونکہ جو بھی صنعتی طور پر دست نگر ہو وہ پورا آزاد نہیں کہلا سکتا اپنے آپ کو آزاد کرنے کے لئے اپنے ملک کو آزاد کرنے کے لئے قربانی کی ضرورت ہے۔ اگر صنعتی اشیاء کے لئے ہم دوسرے ممالک کے محتاج رہے تو ہمیشہ یہ شکوہ رہے گا کہ فلاں ملک ہماری روٹی نہیں لیتا۔ ہمارا ذمیندار مر رہا ہے۔ وہ ہمیں فوجی سامان نہیں دیتا کیونکہ جس کی وجہ ہماری فوج غیر مسلم ہے یہ آزادی

محدود آزادی ہے

آزادی اس چیز کا نام ہے۔ کہ ہمارا ملک دوسرے ممالک کو چیلنج کر سکے کہ تم ہمارا مقابلہ کرتے ہو تو کرو۔ مجھے کوئی خطرہ نہیں۔ توپیں یہاں تیار ہو رہی ہیں۔ ہوائی جہاز یہاں بن رہے ہیں۔ ریلوں کے انجن یہاں بن رہے ہیں۔ ٹریکٹر، لاریاں موٹر اور دوسری چیزیں یہاں تیار کی جا رہی ہیں۔ یہ خیال کرنا کہ روٹی تو ہر حالت میں ملتی ہے زیادہ کوشش کی کیا ضرورت ہے۔ ہماری غلامی کو لمبا کرتا ہے۔ لیکن اگر ہم روٹی کو لات ماریں اور تجارتوں۔ ایجادوں۔ زراعتوں اور صنعتوں میں لگ جائیں تو ممکن ہے کچھ عرصہ تک ہمیں تکلیف بھی ہو یا ہماری نسل بھی کچھ عرصہ تک تکلیف اٹھائے لیکن ایک وقت ایسا آئے گا۔ جب ہم اپنے خاندان اور ملک کے لئے ایک مفید وجود بن سکیں گے اور ہماری ساری تکالیف رفع ہو جائیں گی۔ پس میں اپنے

نوجوانوں کو نصیحت

کرتا ہوں کہ وہ تعلیم محض اعلیٰ عاصل کریں کہ اس کے نتیجہ میں انہیں نوکریاں مل جائیں گی۔ نوکریاں قوم کو کھلانے کا موجب نہیں ہوتیں۔ بلکہ نوکر ملک کی دولت کو کھاتے ہیں۔ اگر تم تجارتیں کرتے ہو صنعتوں میں حصہ لیتے ہو۔ ایجادوں میں لگ جاتے ہو۔ تو تم ملک کو کھلاتے ہو اور یہ صاف بات ہے کہ کھلانے والا کھانے والے سے بہتر ہوتا ہے نوکریاں بیشک ضروری ہیں لیکن یہ نہیں کہ ہم سب نوکریوں کی طرف متوجہ ہو جائیں ہمیں یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ ہم زیادہ سے زیادہ

پیشے اختیار

کریں۔ تاکہ ملک کو ترقی حاصل ہو۔ اور کم سے کم ملازمتیں کریں صرف اتنی جن کی ملک کو ضرورت ہو۔ و بالفضل

درویشانِ مسیح سے خطاب

از حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی

زہے قسمت کہ دنیا میں فدائے قادیاں تم ہو — مسیحائے محمدؐ کے نشانوں میں نشاں تم ہو

تمہاری شانِ درویشی پہ قرباں تاجداری ہے — کہ محبوبِ خدا کے آستاں کے پاسباں تم ہو

خدا رکھے تمہیں رہتے جہاں تک خرم و شاداں — کہ اب دارالاماں میں یادگارِ عاشقاں تم ہو

یہی کہتا ہے روز و شب ہمارا دردِ مہجوری! — کہ کاش! ہم بھی یہاں ہوتے جہاں شاداں تم ہو

وَاِنَّ الْوَصْلَ لِلْعُشَّاقِ رَاحَتُهُمْ وَفَرْحَتُهُمْ — خوشا بختیکہ اس نعمت سے شاد و کامراں تم ہو

نہ چھوڑا آستانِ دلربا کو ان حوادث میں — جری اللہ کی جرأت کا اک تازہ نشاں تم ہو

تمہارے دم سے البتہ ہے رونق اس گلستاں کی — زمیں پر ضو فشاں تم ہو فلک پر کہکشاں تم ہو

نہیں سمجھی تو آخر ایک دن دنیا یہ سمجھے گی — کہ اک قطرہ نہیں ہو بلکہ بحرِ بے کراں تم ہو

بڑھاپے نے جنہیں حسرت کی صورت میں بدل ڈالا — ہماری ان تمناؤں کا عزم نوجواں تم ہو

جہاں تک بن پڑا ہم نے دکھائی راہ ہدایت کی — مگر اب دیکھنا اہلِ جہاں کے پاسباں تم ہو

خدانخواستہ جھکنے نہ پائے پرچمِ ایماں — مصائبِ زندگی میں اب خدا کے پہلواں تم ہو

وفائے عہد کو رسوا کرنا بیٹھ دکھلا کر — کہ میدانِ وفا میں یادگارِ رفتگاں تم ہو

نہیں دنیا کے بدلے میں نہ اپنا آپ کھو دینا — خدا کے ہاتھ جو بکتی ہے وہ جنسِ گراں تم ہو

کبھی یوسف نہیں بنتا جو زندانوں سے بچتا ہے — ہوا کیا اس زمانہ میں جو وقفِ امتحاں تم ہو

مبارک ہو تمہیں اس منزلِ محبوب کا رہنا
وہی ہے تخت گاہِ احمدِ مرسل جہاں تم ہو

دنیا کا محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

(از مکرم مولانا محمد سلیم صاحب فاضل مبلغ سلسلہ)

کہتے ہیں کہ دنیا بھر کی لڑائیاں، جھگڑے اور فسادات تین زاؤں کے اندر محصور ہیں یعنی "زن، زر اور زمین" - خدا جانے یہ کہاوت کہاں تک سچ ہے۔ مگر جس زمانے میں حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا اُس پر تو سولہ آنے صادق آتی ہے۔ کیا ترکی کیا حبشہ، کیا پورب کیا پچھم، کیا عرب کیا عجم غرض ہر جگہ اپنی "تین زاؤں" کی فتنہ سامانی کا دور دورہ تھا۔ ہر کہ وبہ پر دنیا طلبی، عیاشی، گناہ اور معصیت آفرینی کا بھوت سوار تھا۔ انسانوں کے دماغ میں خالق کون ومکان کے لئے کوئی گنجائش نہ تھی۔ اور اگر کسی کو خیال آیا بھی تو کائنات کے ذرہ ذرہ کو خدا سمجھنے لگا۔ دور کیوں جائیں۔ خود خانہ کعبہ میں جو مرکز توحید تھا۔ دن رات ایک نہ دو پورے تین سو ساٹھ بتوں کی خدائی کا ڈنکا بجتا تھا۔

دراصل یہی افراط وتفریط اور بے یقینی تھی جس نے عربوں کو پرلے درجے کا سیاہ کار بنا رکھا تھا۔ کیونکہ یقین کے بغیر گناہ سے نجات ممکن نہیں۔ اور یقین بھی صرف ایک قادر مطلق پر، نہ متعدد خداؤں کی رضا جوئی تو انسان کے اندر خوفناک "ہرجائیت" پیدا کرنے کا موجب بن جاتی ہے۔

یہی لیل ونہار تھے کہ حضرت رسول مقبول صلعم کا ظہور ہوا۔ تیرہ وتار ماحول اور داغدار سوسائٹی میں کون تھا۔ جو نہاں در نہاں خدا کی چہرہ نمائی کرتا، اور قدوار حق یہ ہے کہ خود حضور انور بھی کچھ عرصہ تک عجیب گومگو کی حالت میں تھے۔ چنانچہ ایک مغربی مورخ لکھتا ہے۔

"مستور حضرت ہر جگہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دل میں ہزاروں سوال پیدا ہوتے تھے۔ میں کیا ہوں؟ پیغمبر کتنا ہی عالم کیا ہے؟ نبوت کیا شے ہے؟ میں کن چیزوں کا اعتقاد کروں؟ کیا کوہ حرا کی چٹانیں، کوہ طور کی سربفلک چوٹیاں، کھنڈر اور میدان، کسی نے ان سوالوں کا جواب دیا؟ نہیں ہرگز نہیں! بلکہ گنبد گردوں، گردش لیل ونہار، چمکتے ہوئے ستارے برستے ہوئے بادل، کوئی ان سوالوں کا جواب نہ دے سکا۔" (بحوالہ سیرۃ النبی)

مگر جوئندہ یابندہ، غار حرا میں آپ کے مسلسل مراقبے رنگ لائے اور جیسا کہ قرآن کریم میں آیا ہے "ووجدك ضالا فهدى" اللہ تعالے نے آپ کی سچی تڑپ، عشق صادق اور تلاش یار میں رہ نوردی پر ترس کھا کر منزل آسان کر دی اور گوہر مراد سے آپ کی جھولی بھر دی۔ چنانچہ آپ نے آن دیکھے خدا کو دیکھا، راز ونیاز ہوئے اور پھر وہ محسن اعظم صلعم

اُتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

پہلا احسان - عام دستور یہ ہے کہ اگر تنگ دستی اور بے مائیگی کے بعد کسی کو کوئی خزانہ ملتا ہے تو وہ اس کے اظہار میں کنجوسی اور بخل سے کام لیتا ہے مبادا دوسرے بھی حصہ دار بن جائیں، مگر جب رسول کریم صلعم کو اللہ تعالے نے جیب لازوال خزانہ میسر کیا۔ تو آپ کے فیض عام کا یہ حال کہ آپ نے کوبکو منادی کر دی، پکار پکار کر اُس کا پتہ بتلایا۔ اور خلوت اور جلوت میں اس کی حمد کے ترانے گائے اور جب تک شرک کی جگہ توحید کا جھنڈا نہ گاڑ دیا دم نہ لیا۔

آج تو سارا جہان توحید پرستی کا دعویدار بنا بیٹھا ہے۔ مگر آج سے چودہ صدیاں پہلے خدائے واحد کا نام لینا اور خانہ کعبہ کے تین سو ساٹھ بتوں کی خدائی کا بھرم کھولنا گویا موت سے کھیلنا تھا۔ مگر آپ نے انجام سے بے نیاز ہو کر تبلیغ توحید کا بیڑا اُٹھایا اور پھر اس کو ایسا نبھایا کہ بایدوشاید۔ قرآن کریم میں آیا ہے "ءارباب متفرقون خير ام الله الواحد القهار" یعنی سینکڑوں آقاؤں کی غلامی اچھی یا خدائے قادر وتوانا کی بندگی اچھی۔ انسانی کانشنس اور فطرت سلیمہ سے کیسی مؤثر اپیل ہے۔ جس کے نتیجہ میں سارے معبودان باطلہ اور ان کے پرستاروں کی اُمنگوں پر اوس پڑ گئی اور گو آپ کی آواز کو دبانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا گیا۔ مگر توحید کی خبر میں صدا کانوں کے راستے سب ہی دل میں اُتری اور ماسوی اللہ کو ہیچ میرز بنا گئی۔

مشہور ہے کہ "فکر ہر کس بقدر ہمت اوست" اہل مکہ نے سمجھا کہ جس طرح ہم دنیا پر ریجھے ہوئے ہیں اُسی طرح محمد عربی صلعم بھی دنیا کی پیشکش پر رام ہو جائیں گے۔ سو ان کا سرغنہ عتبہ آپ کے پاس حاضر ہوا اور کہنے لگا۔ اگر آپ روپیہ چاہتے ہیں تو ہم دنیا جہان کا زر ومال آپؐ کے قدموں پر ڈال دیتے ہیں۔ اور اگر آپ عورت کے خواہاں ہیں تو آپ کے اشارے پر مطلوبہ خاتون آپ کے عقد میں دینے کے لئے تیار ہیں۔ اور اگر آپ بادشاہی کے طالب ہیں تو ہم آج ہی زریں تاج آپ کے سر پر رکھے دیتے ہیں۔ مگر خدا کے لئے توحید کا نام لینا بند کر دو۔ کہ اس نے ہم اور ہمارے معبود دیکھے جاتے ہیں۔ مگر آپ نے سُنی ان سُنی کر دی اور جان جوکھوں میں ڈال کر اس عزم راسخ سے توحید باری کا پرچار جاری رکھا کہ آخر ساری دنیا شرک سے بیزار ہو گئی۔ حضور اقدس کا یہ عظیم الشان احسان ہے کہ آپ نے دنیا کو خدائے واحد سے روشناس کرایا اور شرک کو مٹا کر توحید کو قائم کیا۔

دوسرا احسان:۔ ذات باری کے بعد بانیان مذاہب اور ہادیان اقوام کا نمبر آتا ہے۔ یہ پاک گروہ ظہور قدسی سے پہلے بہت ہی مظلوم تھا۔ کیونکہ ہر قوم دوسری قوم کے پیشوا کو غیر جان کر بے دریغ اُسکی توہین کا ارتکاب کرتی تھی۔ اور اس وجہ سے باہمی منافرت وعداوت کی خلیج وسیع سے وسیع تر ہو رہی تھی۔ کیونکہ بدقسمتی سے ہر قوم یہ سمجھ رہی تھی۔ کہ وہی اللہ تعالے کی منظور نظر ہے۔ اور اللہ تعالے کی طرف سے صرف اُسی کی رشد وہدایت کا انتظام کیا گیا ہے۔ اور دوسری تمام قومیں راندۂ درگاہ ہیں۔ ان کی روحانی پرورش اور رہنمائی کے لئے کوئی بندوبست نہیں کیا گیا۔ ظاہر ہے کہ یہ نقطۂ نگاہ اقوام وملل کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے لئے کافی سے زیادہ ہے اور اسکی مضرتیں ظاہر وباہر ہیں۔ مگر محسن اعظم حضرت محمد مصطفٰے صلعم نے اعلان فرمایا کہ:۔

"لکل قوم هاد" کوئی قوم بھی راندۂ درگاہ نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالے نے سب کی راہنمائی کے لئے کوئی نہ کوئی ہادی بھیجا ہے۔ پھر فرمایا:۔ "وان من امة الا خلا فيها نذير" دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں جس میں اللہ تعالے کا پیغمبر نہ آیا ہو۔ نیز فرمایا "ولقد بعثنا فی کل امة رسولا ان اعبدوا الله واجتنبوا الطاغوت" ہم نے ہر قوم میں کوئی نہ کوئی رسول ضرور بھیجا ہے۔ جس نے یہ تعلیم دی کہ صرف اللہ کی عبادت کرو۔ اور شیطان سے بچو۔

بلاشبہ ان ارشادات کے ذریعہ مختلف اقوام کے رشیوں، منیوں اور اوتاروں کی عزت وآبرو محفوظ ہو گئی۔ کیونکہ جب خود سرور عالم حضرت محمد رسول اللہ صلعم تمام ہادیان مذاہب پر ایمان لے آئے تو آپؐ پر جان چھڑکنے والے کیونکر ان سے روگردانی کر سکتے ہیں حضور نے یہ بھی فرمایا:۔ "کان فی الهند نبيا اسود اللون اسمه كاهنا" ہندوستان میں ایک ایسا نبی گذرا ہے۔ جس کا رنگ سانولا اور نام کنہیا تھا۔ گویا سری کرشن جی کا ذکر فرمایا ہے قرآن کریم اور حضور کا یہ اعلان مشعل راہ ہے۔ اُن لیڈروں کے لئے جو بین الاقوامی اتحاد واتفاق کے واسطے ترستے ہیں۔

تیسرا احسان:۔ بانیان مذاہب کے بعد مقامات مقدسہ اور مذہبی عبادت گاہوں کی باری آتی ہے عام طور پر ہر قوم اپنے تیرتھ یا معبد کو تو خانۂ خدا سمجھتی ہے۔ مگر دوسری قوموں کی زیارت گاہوں، مقامات مقدسہ اور عبادت خانوں کو محض مجموعہ سنگ وخشت خیال کرتی ہے۔ یہ طرز عمل بھی باہمی بغض وعناد کو ہوا دیتا اور کینہ پروری کا باعث بنتا ہے۔ لیکن اگر ہر قوم دوسری قوم کے مقامات مقدسہ کو بھی واجبی عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھے تو ساری تلخیاں دور اور رنجشیں کافور ہو جائیں۔

حضرت رسول مقبول صلعم نے اس باب میں مندرجہ ذیل اعلان کے ذریعہ احسان عظیم فرمایا ہے۔ ارشاد ہے:۔ "ولولا دفع الله الناس بعضهم ببعض لهدمت صوامع وبيع وصلوات ومساجد يذكر فيها اسم الله"۔ گویا تمام قوموں کی مذہبی عبادت گاہوں کو حفاظت وصیانت کے اعتبار سے ایک ہی مقام اور درجہ دیا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ اگر ان کی حفاظت کے لئے معرکہ آرائی تک نوبت پہنچ جائے تو بھی دریغ نہ کیا جائے۔ اور ہر قیمت پر ان کا احترام رکھا جائے۔

یہاں ایک نکتہ قابل لحاظ ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالے نے آیت موصوفہ بالا میں مساجد کو پیچھے رکھا ہے۔ اور دیگر اقوام کے معابد کو مقدم ذکر فرمایا ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ اگر اسلامی حکومت ہو تو وہ غیر مسلم اقوام کے معابد کو ایسا خانۂ خدا سمجھیں کہ ان کی حفاظت وصیانت کو مساجد کی حفاظت پر مقدم کریں۔ تا انہیں احساس کمتری نہ ہو نیز ان کی پوری پوری دلداری ودلجوئی ہو سکے۔

یہ ایسی تعلیم ہے کہ اس کے پیش نظر ہر معبد محفوظ اور محترم ہے۔ اگر دوسری قومیں بھی ہر عبادت گاہ کے متعلق یہی روش اختیار کریں اور سب کو ایک ہی آنکھ سے دیکھیں تو آئے دن جو منادر ومساجد کے انہدام کے قصے فرقہ وارانہ فضا کو مکدر کرتے رہتے ہیں۔ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں۔

آنحضرت صلعم نے صرف یہ تعلیم ہی نہیں دی بلکہ عملی طور پر بھی نمونہ قائم فرمایا ہے۔ کہ کوئی معبد اگر خدا کی عبادت کے لئے بنایا گیا ہو تو ہر قوم کو بر عایت انتظام واحترام اس میں اپنے خالق ومالک کی عبادت کا حق پہنچتا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپؐ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ کہ عیسائیوں کا ایک وفد شرف ملاقات کے لئے حاضر ہوا دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ اسی اثناء میں ان عیسائیوں کے انداز سے حضور صلعم سمجھ گئے کہ کوئی خاص معاملہ درپیش ہے۔ دریافت فرمایا۔ تو جواب ملا کہ انہیں گرجا کرنا ہے۔ سو وہ حیران ہیں کہ کہاں جائیں۔ اور کیا کریں۔ اس پر حضور صلعم نے فرمایا کہ آپ لوگ بے تکلف اسی مسجد کے اندر اپنے رنگ میں اللہ تعالے کی عبادت

کریں۔ کہ اس کی تعمیر ہی اسی غرض سے عمل میں آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے۔ چنانچہ ان عیسائیوں نے آزادی کے ساتھ مسجد نبوی میں گرجا کیا اور حضور صلعم کی رواداری اور وسعت حوصلہ کی تعریف کی۔

چوتھا احسان۔ باوجودیکہ قرآن کریم نے بڑی صفائی کے ساتھ شرک کا ابطال فرمایا ہے پھر بھی اس بات کی پوری پوری رعایت رکھی ہے کہ غیر اللہ کی پوجا کرنے والوں کے جذبات مجروح نہ ہوں۔ کیونکہ کسی کی دلآزاری موجب ہدایت تو کیا ہے اور بھی صراط مستقیم سے دور پھینک دینے کا موجب ہوتی ہے۔ اور جب طعن و تشنیع سے دلوں میں کدورت پیدا ہو جائے تو دلائل و براہین بھی بے اثر ہو جاتے ہیں۔ اور بمصداق تنگ آمد بجنگ آمد غیر اللہ کے حامی خود اللہ تعالیٰ کے حق میں بھی زبان درازی کرنے لگتے ہیں اور جب ایسی حالت ہو جائے۔ تو پھر افہام و تفہیم کا دروازہ بالکل بند ہو جاتا ہے۔

قرآن کریم کا ارشاد ہے "لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم"۔ کہ تمہارے لئے ہرگز زیبا نہیں کہ غیر اللہ کے حق میں ناگفتنی باتیں زبان پر لاؤ۔ ورنہ ان کے عقیدتمند دشمنی نکالنے کے لئے بے جانے بوجھے اللہ تعالیٰ کی شان میں گالی گفتہ کریں۔

اللہ! اللہ! کس معقولیت اور سلیقے کے ساتھ سمجھایا ہے کہ کسی کی عقیدت کو ٹھیس نہ لگائی جائے۔ ایک اور موقع پر حضور صلعم نے فرمایا۔ اپنے ماں باپ کو گالی نہ دو۔ عرض کیا گیا حضور! کیا کوئی اپنے ماں باپ کو بھی گالی دیتا ہے؟ فرمایا کیوں نہیں! جب ایک شخص دوسرے کے ماں باپ کو گالی دے گا۔ تو وہ بھی جواباً اس کے ماں باپ کو برا بھلا کہے گا۔

الغرض آنحضرت صلعم نے ایسی عالمگیر رواداری کی تعلیم دے کر بنی نوع پر عظیم الشان احسان فرمایا ہے۔ کاش بین الاقوامی اتحاد و اتفاق کے پیاسے اس زریں ہدایت پر عملدرآمد کر سکیں۔

اسی سلسلہ میں یہ چیز بھی جاننے کے قابل ہے۔ کہ حضور صلعم کا ارشاد ہے۔ "اذا اتاکم کریم قوم فاکرموہ" کہ اگر تمہارے پاس کسی قوم کا کوئی معزز شخص آئے تو تمہارا فرض ہے کہ اس کے شایانِ شان سلوک کرو۔ اس ہدایت کے پیچھے بھی یہی جذبہ کارفرما ہے کہ ہر قوم کے احساسات کا خیال رکھا جائے۔ اور دیانتداری کے ساتھ قومی اور ملی تعلقات کو سنوارنے کی کوشش کی جائے۔

* گروہ خوبصورت رنگ میں نمایاں اور ممتاز ہو جائے اور من شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر پر عمل بھی ہو جائے

جذبات نوازی اور احساسات پروری کی یہ تعلیم دے کر حضور صلعم نے بہت بڑا احسان فرمایا ہے۔ اگر تمام لوگ ان ہدایات کو اپنائیں اور ان پر عملدرآمد کو اپنا شعار بنالیں تو تقویم پارینہ کا بہت کچھ سامان ہو سکتا ہے۔

پانچواں احسان۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ بڑی قوم چھوٹی قوموں کو اپنے اندر جذب کرنے کے لئے کئی قسم کے سبز باغ دکھاتی ہے۔ دباؤ ڈالتی ہے۔ جبر و اکراہ سے کام لیتی ہے۔ غرض قدم قدم پر جان بوجھ کر ایسے مسائل پیدا کر دیتی ہے کہ ان کے واسطے نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کا معاملہ ہو جاتا ہے۔ اور آخر وہ مجبور ہو کر اپنے وجود کو کھو دیتی ہیں۔ اس طریق سے جس قدر عدل و انصاف کا خون ہوتا اور ظلم و ستم کا دروازہ کھلتا ہے۔ وہ مخفی نہیں۔

حضرت رسول مقبول صلعم نے اس باب میں بھی انسانیت پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے:۔ "لا اکراہ فی الدین"۔ دین و دھرم کے بارہ میں کسی قسم کا دباؤ اور جبر و تشدد جائز نہیں "قد تبین الرشد من الغی"۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ رشد و ہدایت کا پرچار ایسے رنگ میں کیا جائے* ۔ ایمان لائے اور جس کا جی چاہے انکار کر دے۔

سبحان اللہ! حریت ضمیر اور آزادئ رائے کا پیغام کس قدر جانفزا اور قابل قدر ہے۔ "لا اکراہ" کہ کر ہر قسم کی ناجائز ترغیب و ترہیب کی ممانعت فرما دی۔ کیونکہ روپیہ، عورت، عہدہ، جاگیر اور اسی قسم کا کوئی اور لالچ جس کی پیشکش انسان کے دل کو موہ لے اور اس کے پائے ثبات میں لغزش پیدا کر دے۔ "اکراہ" یعنی جبر و تشدد کے تحت آتی ہے۔

اگر تمام دنیا میں ایسی ہی آزادئ رائے کا دور دورہ ہو جائے۔ اور اسی انداز کی حریت ضمیر میسر آجائے۔ تو امن و امان اور صلح و آشتی کی راہیں کھل جائیں۔

چھٹا احسان۔ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے۔ نسلی امتیازات اور خاندانی فخر و مباہات نے ہمیشہ ہی گل کھلائے اور اس کی بدولت قوموں کے پرزے اڑے ہیں۔ ذات پات، چھوت چھات اور اونچ نیچ کی وجہ سے ہمیشہ دنیا میں مختلف محاذ بنے اور جنگ و جدال کے اکھاڑے قائم ہوتے رہے ہیں۔

اگر یہ امتیازات آنی فانی ہوتے تو کوئی بات نہ تھی۔ مگر جب یہی خیر نسل در نسل سرایت کرنے لگ جائے تو انسانیت کے جسم پر ناسور ہو جاتا ہے۔ جس سے باہمی ہمدردی، میل ملاپ اور رواداری کا تمام و کمال نشان تک باقی نہیں رہتا۔

حضرت محمد عربی صلعم کا احسان عظیم ہے کہ آپ نے اس بارہ میں بھی یہ اعلان فرمایا "یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثیٰ وجعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم" یعنی اے لوگو ہم نے تم سب کو نر و مادہ سے پیدا کیا ہے۔ اور تمہیں مختلف گروہ اور قبائل اس لئے بنایا ہے تاکہ نیکیوں میں دوسروں سے بازی لے جانے کی کوشش کرو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو وہی سب سے زیادہ معزز اور باوقار ہے۔ جو تم سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہوگا۔ پھر فرمایا "لا فضل للعربی علی العجمی الا بالتقویٰ" کہ عرب و عجم کے امتیازات کوئی چیز نہیں۔ بڑائی کو بدار تقویٰ پر رکھا گیا ہے۔ گویا بحیثیت ابن آدم سید، مغل، پٹھان، راجپوت یا برہمن، کشتری، ویش اور شودر سب برابر ہیں۔ کوئی بڑا اور چھوٹا نہیں۔ غرض جنم کے لحاظ سے اعلیٰ و ادنیٰ کی تمیز بالکل اڑا دی گئی اور اہل معیار فضیلت کردار اور عمل کو قرار دیا گیا۔

یہ وہ نقطہ نگاہ ہے جو نہ دلوں میں مایوسی پیدا کرتا ہے اور نہ بے جا شیخی اور تعلّی کا راستہ کھولتا ہے۔ ورنہ جن لوگوں کو سماج اور سوسائیٹی نے چھوٹا قرار دیا تھا ان کے دلوں میں ابھرنے کا کوئی ولولہ باقی نہ رہا۔ اور جن کو خاندانی اور بڑا ایک ٹھیرایا تھا انہوں نے "پدرم سلطان بود" کا الاپ الاپا کہ اپنے ہاتھ سے اپنے اوپر ترقی کے دروازے بند کر لئے۔

ساتواں احسان۔ مشہور ضرب المثل ہے کہ "علم شئے بہ از جہل" یعنی کسی چیز کا علم اس سے لاعلمی کے مقابلہ میں بدرجہا بہتر ہے۔ مگر جس زمانے میں حضرت رسول کریم صلعم مبعوث ہوتے اس وقت جہل مرکب رہنا ہی انسانیت کا معراج سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے ؎

الا لا یجھلن احد علینا
فنجھل فوق جھل الجاھلینا

کہ خبردار کوئی ہمارے خلاف جہالت کا مظاہرہ نہ کرے ورنہ ہم ایسی جہالت سے کام لیں گے کہ بڑے بڑے جاہل پناہ مانگنے لگیں۔

اگرچہ ادباء نے یہاں لفظ جہالت کو جنگ و جدال کے مترادف سمجھا ہے۔ مگر اس سے قطعی جہالت کی نفی تو نہیں ہو سکتی۔ نیز جنگ و جدال بھی تو جہالت ہی کا ایک کرشمہ ہے۔ اسی طرح بڑے بڑے گھرانوں میں تعلیم کو ننگ خاندان سمجھا جاتا تھا۔ اور یہ خیال کیا جاتا تھا کہ پڑھنا لکھنا غریبوں کا کام ہے تا ان کے لئے ذریعہ معاش ہو سکے ان حالات میں حضور صلعم نے فرمایا:۔ "طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم و مسلمۃ"۔ یعنی ہر مسلمان مرد اور عورت پر علم کی جستجو فرض ہے۔ پھر فرمایا:۔ "اطلبوا العلم ولو کان بالصین" علم ضرور حاصل کرو خواہ چین جانا پڑے۔ نیز ارشاد ہے "اطلبوا العلم من المھد الی اللحد"۔ یعنی یہ خیال بھی نہ کرو کہ علم کبھی ختم ہو سکتا ہے۔ بلکہ یوم پیدائش سے روز وفات تک علم حاصل کرتے رہو۔

اسی تلقین کا نتیجہ تھا کہ مسلمانوں نے پچھلے علوم کو قائم رکھا اور نئے علوم کی بنیاد ڈالی۔ وہ مسلمان ہی تھے۔ جنہوں نے ارسطو کے فلسفہ اور بقراط کی حکمت سے دنیا کو روشناس کرایا۔ چنانچہ ایک یورپین مصنف لکھتا ہے۔ کہ اہل یورپ کب تک دنیا کی آنکھوں میں خاک جھونکتے اور یہ کہتے رہیں گے کہ مسلمانوں نے علم کی خدمت نہیں کی۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ اگر سپین میں مسلمانوں کے ذریعہ علوم نہ پہنچتے تو ہم آج جہالت کی نہایت ابتدائی حالت میں ہوتے۔ (بحوالہ دنیا کا محسن)

پس یہ احسان عظیم ہے محمد عربی صلعم کا کہ آپ نے جہالت کے پرستاروں کو علم کا دلدادہ و شیدا بنا دیا۔ اور نہ صرف یہی بلکہ یہ بھی دلوں میں بٹھا دیا۔ کہ یہ ایک ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا تا انکشاف و اکتشاف کا دروازہ ہمیشہ کھلا ہے

قرآن کریم نے خود آپ کو بھی یہی کہا ہے۔ "قل رب زدنی علما"۔ کہ آپ ہمیشہ یہ دعا کرتے رہیں کہ اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔ یہ چیز بتاتی ہے کہ خود آپ نے اعلم العلماء ہونے کے باوجود کبھی یہ نہیں سمجھا کہ تمام علوم ختم ہو گئے۔

آٹھواں احسان۔ آج سے چودہ صدیاں پہلے جبکہ دنیا تہذیب و تمدن کا نام تک نہ جانتی تھی۔ اور دھوکہ، فریب، مکاری اور عیاری کو حاصل زندگی سمجھا جاتا تھا۔ دنیا کو ایفاء عہد کا درس دینا بھینس کے سامنے بین بجانا تھا۔ مگر ہمارے محسن اعظم صلعم نے ایسا دل گردہ پایا تھا۔ کہ بے دھڑک "اوفوا بالعقود" کا اعلان کر ہی دیا۔ یعنی اپنے

عہود و مواثیق کو ہمیشہ پورا کرو۔ اور اس پر اتنا زور دیا کہ پابندی عہد کو جزو ایمان بنا دیا۔ چنانچہ فرمایا:-

عدۃ المؤمن کاخذ الکف۔ یعنی مومن کا وعدہ تو یوں سمجھو کہ گویا نقد ادائیگی ہے۔

پچھلے زمانہ ہی کا کیا تذکرہ، موجودہ زمانے میں بھی بین الاقوامی معاہدات کی بڑی غرض یہی ہوتی ہے کہ اپنے شکار کو غفلت کی نیند سلا کر بوقت فرصت اُسے دبوچ لیا جائے۔

آنحضرت صلعم کا بہت بڑا احسان ہے کہ حضور صلعم نے عہد و میثاق کی حرمت پر زور دیا۔ نہ صرف یہی بلکہ بذاتِ خود عملی نمونہ قائم کیا۔ چنانچہ کون نہیں جانتا؟ کہ قریش نے مکہ میں آپ اور آپ کے خدام کو اپنے ظلم و ستم کا ایسا تختۂ مشق بنایا کہ جور و ستم کی تاریخ میں اس کی مثال پیدا کرنا قریش کی یکتائی کی تحقیر ہے۔ لیکن جب آپ فاتحانہ شان سے مکہ میں داخل ہوئے اور آپ نے اعلان فرمایا۔ کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے گا۔ یا اپنے گھر کا دروازہ بند کرے گا یا ہتھیار ڈال دے گا، یا اسلام قبول کرے گا۔ ان سب کو امان دی جائے گی۔ اس وقت کوئی اور ہوتا۔ تو اس کا یہ اعلان فریب و دغا کا شاہکار ثابت ہوتا اور وہ اپنے دشمنوں پر قابو پانے کے بعد انہیں کیفر کردار تک پہنچا کر دم لیتا۔ مگر سرور عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلعم حسب اعلان پہاڑ کی طرح اپنے وعدہ پر قائم رہے۔ اور لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا انتم الطلقاء کہہ کر عفو عام کی منادی کر دی۔ یعنی تم پر کوئی ملامت نہیں۔ جاؤ تم ہر طرح آزاد ہو۔ کیا دنیا ایسے بے نظیر ایفاء عہد اور بے مثال عفو عام کی مثال پیش کر سکتی ہے؟

نواں احسان۔ جس زمانہ میں آنحضرت صلعم کا ظہور ہوا۔ عرب اور بیرون عرب میں غلامی کا عام رواج تھا۔ انہیں انسان سمجھنا تو درکنار ڈنگر ڈھور سے بھی بدتر خیال کیا جاتا تھا۔ کوئی ہمدرد تھا نہ ہم خیال۔ غرض زندہ درگور تھے۔ اور ان کے درندہ صفت مالک اس بارہ میں بات تک سننے کے روادار نہ تھے۔ مگر محسن اعظم حضرت رسول مقبول صلعم نے ان کی حمایت کا بیڑا اٹھایا اور ان کی آزادی کی تحریک شروع فرمائی۔ نہ صرف زبانی بلکہ عملی طور پر بھی۔ چنانچہ جب آپ کی حرم محترم حضرت خدیجہ رضی نے اپنا سب کچھ آپ کے قبضہ میں دے دیا تو آپ نے تمام غلاموں کو آزاد کر دیا۔ نیز احکام شریعت کے ذریعہ ان کی آزادی کے لئے کئی رستے نکال دیئے۔ نہ صرف یہی بلکہ ان کی عزت و توقیر کو ایسے رنگ میں قائم فرمایا کہ بڑے بڑے شہنشاہوں نے ان کی غلامی میں آنا موجب فخر و ناز سمجھا۔

بعض ناواقف غیر مسلم کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے غلاموں کے لئے کچھ نہیں کیا۔ مگر حق یہ ہے۔ کہ یہ بات خود غلاموں سے پوچھنی چاہیئے۔ کہ آیا وہ حضرت رسول مقبول صلعم کو اپنا نجات دہندہ سمجھتے تھے یا نہیں؟

اسلام کے ابتدائی سات سال میں کل چالیس آدمی آپ پر ایمان لائے تھے۔ جن میں سے کم از کم پندرہ غلام تھے۔ گویا کل مومنوں کی تعداد میں تینتیس فی صدی غلام تھے۔ اور اگر مکہ کی ساری آبادی کا خیال رکھا جائے۔ تو مومنوں میں نوے فی صدی غلام تھے۔ اگر آنحضرت غلاموں کے حق میں فرشتۂ رحمت نہ تھے تو وہ اس قدر کثرت کے ساتھ کیوں اسلام لائے۔ نیز اسلام لانے کے بعد انہیں پھولوں کی سیج نہیں ملی بلکہ ہر طرف موت ہی موت ناچتی نظر آئی۔ چنانچہ زید، بلال، عامر، خباب، عمار، صہیب ابوفکیہہ، سمیہ، لبینہ، نہدیہ، ام عبیس اور حمامہ سب غلام اور لونڈیاں تھے۔ صرف ایمان لانے کی وجہ سے ان کو وہ دکھ دیئے گئے کہ جن کے تصور سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کون سنگدل ہے؟ جو ان کے حالات پڑھے یا سنے اور اس کی آنکھوں سے ساون کی جھڑی نہ لگ جائے۔

ان کا اسلام و بانیٔ اسلام کے لئے جان پر کھیل جانا بتاتا ہے کہ محمد عربی صلعم کو اپنے سارے دکھوں اور درد دل کا درمان یقین کرتے تھے ؎

کس نہ بہر کسے سر نہ دہد جاں نفشاند
عشق است کہ ایں کار بصد صدق کناند

دسواں احسان۔ آنحضرت صلعم کی بعثت سے پہلے "عورت" کی کوئی قدر و قیمت نہ تھی۔ اول تو پیدا ہوتے ہی زمین میں زندہ گاڑ دی جاتی تھی۔ اور جو قسمت سے بچ نکلتی تو عمر بھر باپ، بھائی، خاوند اور پھر بیٹے کی غلامی میں گذر بسر کرتی اور موقع آجانے پر ترکہ میں بھی بانٹ لی جاتی تھی۔ غرض عورت ہونا ہی جرم تھا۔ جس کی پاداش میں تا دم مرگ شکنجہ میں کسی رہتی تھی۔ ان حالات میں عورت کے حق میں آواز اٹھانا قیامت تھا۔ مگر حضرت محمد رسول اللہ صلعم اس کی فریاد کو پہنچے۔ اور فرمایا: "خیرکم خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی" تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ اور میں تم سب سے زیادہ اپنی بیوی سے اچھا سلوک کرتا ہوں۔ اکثر ایسا ہوتا کہ آپ کی صاحبزادی فاطمہ رض بچپن میں مجلس میں آپ کے پاس چلی آتیں۔ آپ فرط شفقت سے کھڑے ہو جاتے اور آگے بڑھ کر گود میں لے لیتے اور اس طرح عملی نمونہ کے ذریعہ حاضرین کے دلوں میں بچیوں کی محبت کے انجکشن لگاتے۔

عام طور پر عورت کی زندگی تین زمانوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ ۱ بیٹی۔ ۲۔ بیوی۔ ۳۔ ماں۔ قرآن کریم نے ان تینوں زمانوں کے لئے الگ الگ بیان جاری فرمائے ہیں۔ ارشاد ہے۔ "یھب لمن یشاء اناثا و یھب لمن یشاء الذکور"۔ جس طرح بیٹے خدا کی موہبت ہیں اسی طرح بیٹیاں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل ہی سے ملتی ہیں۔ پھر فرمایا۔ ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف۔ جو حقوق مردوں کو اپنی بیویوں پر حاصل ہیں وہی بیویوں کو اپنے مردوں پر حاصل ہیں۔ پھر فرمایا "ولا تقل لھما اف" کہ ماں ہو یا باپ اولاد کے لئے مناسب نہیں کہ وہ انہیں اُف بھی کہہ سکے۔ مزید برآں حضرت رسول مقبول صلعم نے فرمایا:-

"الجنۃ تحت اقدام الامھات"

جنت ماؤں کے پاؤں تلے ہے۔ غرض آنحضرت صلعم کے طفیل عورت کو نئی زندگی ملی اور وہ حضور کے احسان عظیم پر زندہ گواہ ٹھیری۔ صلی اللہ علیہ وسلم و للہ در القائل ؎

رکھ پیش نظر وہ وقت بہن جب زندہ گاڑی جاتی تھی
گھر کی دیوار یں روتی تھیں جب دنیا میں تو آتی تھی
جب باپ کی جھوٹی غیرت کا خوں جوش میں آنے لگتا تھا
جس طرح جنا ہے سانپ کوئی یوں ماں تری گھبراتی تھی
عورت ہونا تھی سخت خطا تھے تجھ پر سارے جبر روا
یہ جرم نہ بخشا جاتا تھا تا موت سزائیں پاتی تھی
وہ رحمت عالم آتا ہے تیرا حامی ہو جاتا ہے
تو بھی انسان کہلاتی ہے سب حق ترے دلواتا ہے
ان ظلموں سے چھڑواتا ہے

بھیج درود اس محسن پر تو دن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفےٰ نبیوں کا سردار

حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کیلئے سرزمین عرب کو کیوں ترجیح دی گئی؟

خانہ کعبہ ہی انسانیت کا ابتدائی اور آخری مرکز ہے

از قلم مبارک حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

الفرقان کے خاتم النبیین نمبر کے لئے خاکسار نے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں استفسار پیش کیا کہ: "سیدنا حضرت خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کیلئے سرزمین عرب کو کیوں ترجیح دی گئی؟" —— اس کے جواب میں حضور نے مندرجہ ذیل جواب ارقام فرمایا ہے (ابو العطاء)

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کیلئے سرزمین عرب کو اس لئے ترجیح دی گئی کہ سب سے پہلا گھر خدا تعالیٰ کی عبادت کے لئے اسی سرزمین میں بنا تھا۔ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ (آل عمران ع ۱۰) یعنے سب سے پہلا گھر جو تمام بنی نوع انسان کے فائدہ کے لئے مقرر کیا گیا تھا وہی ہے جو مکہ میں ہے۔ اسے مبارک اور سب دنیا کی ہدایت کے لئے تجویز کیا گیا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خانہ کعبہ کی بنیاد اس وقت رکھی گئی۔ جبکہ آدم کی نسل پھیلی نہ تھی اور ایک علاقہ میں رہتی تھی۔ جن کو ایک مرکز جمع کر سکتا تھا۔ اس کے بعد جیسا کہ بائیبل اور قرآن سے ثابت ہے انسان پھیل گئے اور کئی مراکز اور مذاہب میں منقسم ہو گئے۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ کی مشیت نے چاہا کہ پھر سب انسانوں کو ایک کعبہ کے گرد جمع کیا جائے۔ اور آدم اول کی طرح پھر ایک برادری میں سب منسلک ہوں۔ چنانچہ اس غرض کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کو مبعوث فرمایا۔ اور جس طرح وحدت انسانی کی ابتدا میں خانہ کعبہ انسانیت کا مرکز تھا۔ وحدتِ انسانی کے آخری دور میں بھی اسی کو اس غرض کے لئے منتخب کیا گیا۔ اور وہی اس کا مستحق تھا۔ پس دورِ آخر کے بانی اور انبیاء کے سردار خاتم النبیین کو مکہ میں بھیجا گیا تاکہ وحدتِ انسانی کا نبی اور وحدتِ انسانی کا قبلہ دونوں ایک جگہ جمع ہو جائیں۔

خاکسار
مرزا محمود احمد ۲۶/۱۱/۵۲

(منقول از رسالہ الفرقان)

"اولوالعزم" فاتح

ولیم دی کانکرر

(William The Conquerar)

از محترم بزرگ حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی

یہ مضمون حضرت بھائی جی کا ہے جو میرے الفاظ میں قلم بند کیا گیا ہے۔ ـــــــ (ایڈیٹر)

آج سے تقریباً چھیاسٹھ سال قبل خدا تعالیٰ نے اپنے مامور و مرسل

مسیح پاک علیہ السلام

کو آپ کی اور دین اسلام کی صداقت ظاہر کرنے کے لئے ایک موعود فرزند کا وعدہ دیا۔ اور اپنے الہام میں اس کا نام اولوالعزم یعنی پختہ عزم اور ارادے والا رکھا۔

اسوقت اس عظیم الشان اور جلیل القدر فرزند کی پیدائش نہ ہوئی تھی۔ لوگ حیران تھے کہ اس شان کا لڑکا معین مدت میں معین صفات کے ساتھ کیسے پیدا ہوگا۔ لیکن خدا تعالیٰ کے وعدوں کے عین مطابق وہ عالی مرتبت فرزند ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو پیدا ہوا۔

مذکورہ بالا پیشگوئی کے ساتھ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اور الہام ۷ ستمبر ۱۹۰۵ء کا بھی تھا۔ یعنی

"مسیر العرب"

جس کی تشریح میں خود حضور پر نور علیہ السلام نے فرمایا:-

"اس کے یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں کہ "عرب میں چلنا" شاید مقدر ہو کہ ہم عرب میں جائیں۔ مدت ہوئی کہ لوئی ۲۵-۲۶ سال کا عرصہ گذرا ہے۔ ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک شخص میرا نام لکھ رہا ہے سو آدھا نام اُس نے عربی میں لکھا ہے اور آدھا انگریزی میں لکھا ہے۔ انبیاء کے ساتھ

ہجرت بھی ہے۔

لیکن بعض رویاء نبی کے اپنے زمانہ میں پورے ہوتے ہیں اور بعض اولاد یا کسی متبع کے ذریعہ سے پورے ہوتے ہیں۔ مثلاً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قیصر و کسریٰ کی کنجیاں ملی تھیں تو وہ ممالک حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فتح ہوئے۔"

حضور اقدس علیہ السلام کی بیان فرمودہ مندرجہ بالا تشریح کے مطابق یہ امر ظہور میں آیا کہ آپ کے فرزند دلبند گرامی ارجمند سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ تعالیٰ تعالیٰ نے آپ کا دوسرا خلیفہ بنا کر

حضرت عمرؓ کا مثیل بنایا

اور آپ کو انگریزی اور عربی دونوں زبانوں کا علم دے کر اور دونوں زبانوں میں آپ کا نام (دستخط) آپ کے اپنے ہاتھ سے لکھوا کر ایک نشان کو پورا کروا دیا۔ (حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ انگریزی کا علم نہ رکھتے تھے) پھر یہی نہیں بلکہ آپ کے زمانہ میں کثرت کے ساتھ انگریزی اور عربی کتب اور رسائل میں آپ کا اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا

نام شائع ہوا۔

اور خود جماعت کے اپنے رسائل اور کتب بھی انگریزی اور عربی ممالک میں کثرت سے اشاعت پذیر ہوئیں۔

لیکن میں یہ مضمون مذکورہ بالا الہام کی ایک اور جہت سے تشریح کرنے کے لئے لکھ رہا ہوں۔ اور وہ اس سفر سے تعلق رکھتی ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے موعود اور اولوالعزم خلیفہ حضرت سیدنا محمود ایدہ الودود نے ۱۹۲۴ء میں بلاد عربیہ اور غربیہ بالخصوص انگلستان کا فرمایا۔ اور اس عاجز راقم کو بھی اس سفر میں حضور اقدس کے قدموں کی رفاقت حاصل ہوئی۔

اس سفر کی ایمان افروز داستان بہت طویل اور روح پرور ہے۔ لیکن میں سب تفصیلات کو چھوڑتے ہوئے صرف

ایک واقعہ

پر اکتفا کروں گا۔ دوران سفر میں جو جو مشکلات و تکالیف اور رکاوٹیں حائل ہوئیں ان کا بھی ذکر کرنا ممکن نہیں۔ خود سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر سے ان کا نقشہ کھینچا تھا ؎

شب تاریک و بیم موج و گردابے چنیں حائل
کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا

یہ عجیب بات ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام مذکورہ بالا الہام یعنی "مسیر العرب" کے بعد نہ تو خود . . . . عرب یا عربی ممالک تشریف لے جا سکے اور نہ ہی حضرت

خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ

جو اس سے قبل متعدد بار عرب شریف کی زیارت فرما چکے تھے عربی ممالک جا سکے۔ لیکن حضرت سیدنا محمود ایدہ اللہ کو اس الہام کے بعد ایک دفعہ تو مسند خلافت پر متمکن ہونے سے پہلے خاص ملک عرب میں ۱۹۱۱ء میں جانے کا موقعہ ملا۔ جب آپ حج کی غرض سے حرمین شریفین تشریف لے گئے۔ اور پھر ۱۹۲۴ء میں مصر، فلسطین اور شام کے عربی علاقوں میں جانے اور وہاں پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام پھیلانے کا موقعہ ملا۔ بالخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق دمشق میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے خاص کامیابی و کامرانی بخشی۔ اور اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وہ الفاظ جو آپ نے حمامۃ البشریٰ اور انجام آتھم میں بطور پیشگوئی تحریر فرمائے تھے۔ پورے ہوئے مثلاً یہ الفاظ کہ "یسافر المسیح الموعود او خلیفۃ من خلفاءہ الی ارض دمشق" (حمامۃ البشریٰ)

(یعنی مسیح موعود یا اس کے خلفاء میں سے کوئی خلیفہ

دمشق کی سرزمین

کی طرف سفر اختیار کرے گا)

اور "ثم من ممکنات ان ننزل بساحۃ دمشق آوا حدٌ من اتباعنا الصالحین۔" (انجام آتھم)

(اور یہ ممکن ہے کہ ہم خود دمشق کے میدان میں اتریں یا ہمارے نیک اتباع میں سے کوئی ایسا کرے۔ عربی ممالک کے اس دورہ سے جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ نے ۱۹۲۴ء میں فرمایا جہاں اور بہت سے فوائد اور کامیابیاں حاصل ہوئیں وہاں عربی پریس میں کثرت سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت کا ذکر ہؤا۔ اور

حضور اقدس کی

رویاء کا وہ حصہ پورا ہؤا کہ آپ کے نام کا ایک حصہ عربی میں لکھا جا رہا ہے۔

اس رویاء کے دوسرے حصہ میں انگریزی میں نام لکھے جانے کا ذکر تھا۔ وہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے دورہ انگلستان کے موقعہ پر پورا ہؤا۔ لیکن قبل اس کے کہ میں اس کی کسی قدر تفصیل عرض کروں۔ میں خود حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی ان دو رویاء کا بھی ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی رویاء کی تائید اور تشریح میں ہیں۔ اور اخبار الفضل مورخہ ۲۴ جون ۱۹۲۴ء میں شائع شدہ ہیں۔ حضور فرماتے ہیں:-

"پہلی رویاء تو کوئی تین چار سال کی ہے۔ یا اس سے بھی زیادہ عرصہ کی۔ جسے میں نے اسی وقت قادیان کے دوستوں کو سنا دیا تھا۔ اس رویاء میں میں نے دیکھا کہ میں لنڈن میں ہوں اور ایک ایسے جلسہ میں ہوں جس میں پارلیمنٹ کے بڑے بڑے ممبر اور نواب اور وزراء اور دوسرے بڑے آدمی ہیں۔ ایک دعوتی قسم کا جلسہ ہے۔ اس میں میں بھی شامل ہوں۔ مسٹر لائیڈ جارج سابق وزیر اعظم اس میں تقریر کر رہے ہیں۔ تقریر کرتے کرتے ان کی حالت بدل گئی۔ اور انہوں نے ہال میں ٹہلنا شروع کر دیا اور ایسی گھبراہٹ ان کی حرکات سے ظاہر ہوئی کہ سب لوگوں نے یہ سمجھا کہ ان کو جنون ہو گیا ہے۔ سب لوگ قطاریں باندھ کر کھڑے ہو گئے ہیں۔ اور وہ جلد جلد اِدھر سے اُدھر ٹہلتے ہیں اتنے میں لارڈ کرزن صاحب نے آگے بڑھ کر ان کے کان میں کچھ کہا۔ اور وہ ٹھہر گئے۔ اور آہستہ سے لارڈ کرزن صاحب کو کچھ کہا۔ انہوں نے باقی لوگوں سے جو ان کے گرد تھے وہی بات کہی۔ اور سب لوگ دوڑ کر ہال کے دروازے کی طرف چلے گئے۔ اور باہر سڑک کی شرقی جانب جھانکنا شروع کیا۔ ان کے اس طریق پر مجھے اور بھی حیرت ہوئی۔ قاضی عبد اللہ صاحب میرے پاس کھڑے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ انہوں نے کیا کہا ہے۔ اور یہ لوگ دروازے کی طرف کیوں دوڑے اور کیا دیکھتے ہیں۔ قاضی صاحب نے مجھے جواب دیا۔ کہ مسٹر لائیڈ جارج نے لارڈ کرزن سے یہ کہا ہے کہ میں پاگل نہیں ہوں بلکہ میں اس وجہ سے ٹہل رہا ہوں۔ کہ مجھے ابھی خبر آئی ہے کہ مرزا محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ کی فوجیں عیسائی لشکر کو دباتی چلی آتی ہیں۔ اور مسیحی لشکر شکست کھا رہا ہے۔ اور وہ ہٹتے ہٹتے اس جگہ کے قریب آ گیا ہے۔ اور یہ لوگ

اس بات کو سن کر دروازے کی طرف اس لئے دوڑے تھے۔ کہ تا دیکھیں لڑائی کا کیا حال ہے۔ جب میں نے یہ بات ان سے سنی۔ تو میں دل میں کہتا ہوں کہ ان کو اس قدر گھبراہٹ ہے اگر ان کو معلوم ہو کہ میں خود ان کے اندر موجود ہوں۔ تو یہ مجھے گرفتار کرنے کی کوشش کریں گے۔ یہ خیال کر کے میں بھی دروازے کی طرف اسی طرح بڑھا جس طرح وہ لوگ دیکھنے کے لئے گئے تھے۔ اور وہاں سے خاموشی سے سڑک کی طرف نکل گیا۔ اس پر میری آنکھ کھل گئی۔" (الفضل ۲۴ر جون ۱۹۲۴ء)

ایک اور رویاء

دوسری رویاء اسی سال کی ہے۔ گو ولایت جانے کی تحریک سے دو تین ماہ پہلے کی ہے۔ یہ خواب بھی میں نے اسی دن دوستوں کو سنا دی تھی۔ جن میں سے ایک مفتی محمد صادق صاحب بھی ہیں۔ میں نے دیکھا کہ میں انگلستان کے ساحل سمندر پر کھڑا ہوں۔ جس طرح کہ کوئی شخص تازہ وارد ہوتا ہے۔ اور میرا لباس جنگی ہے۔ میں ایک جرنیل کی حیثیت میں ہوں اور میرے پاس ایک اور شخص کھڑا ہے۔ اس وقت میں یہ خیال کرتا ہوں۔ کہ کوئی جنگ ہوئی ہے۔ اور اُس میں مجھے فتح ہوئی ہے۔ اور میں اس کے بعد میدان کو ایک

مدبّر جرنیل کی طرح

اس نظر سے دیکھ رہا ہوں۔ کہ اب مجھے اس فتح سے زیادہ سے زیادہ فائدہ کس طرح سے حاصل کرنا چاہیئے۔ ایک لکڑی کا موٹا شہتیر زمین پر کٹا ہوا پڑا ہے۔ ایک پاؤں میں نے اس پر رکھا ہوا ہے۔ اور ایک پاؤں زمین پر ہے جس طرح کوئی شخص کسی دور کی چیز کو دیکھنا چاہے تو ایک پاؤں کسی اونچی چیز پر رکھ کر اونچا ہو کر دیکھتا ہے۔ اسی طرح میری حالت ہے۔ اور جسم میں عجیب چستی ہے اور سبکی پاتا ہوں۔ جس طرح کہ غیر معمولی کامیابی کے وقت ہوا کرتا ہے۔ اور چاروں طرف نگاہ ڈالتا ہوں کہ کیا کوئی چیز ایسی ہے جس طرف مجھے توجہ کرنی چاہیئے۔ کہ اتنے میں ایک آواز آئی جو ایک شخص کے منہ سے نکل رہی ہے۔ جو مجھے نظر نہیں آتا مگر میں اسے پاس ہی کھڑا سمجھتا ہوں اور یہ بھی خیال کرتا ہوں کہ یہ میری ہی روح ہے گویا میں اور وہ ایک ہی وجود ہیں۔ اور وہ آواز کہتی ہے "ولیم دی کانکرر" یعنی "ولیم فاتح"۔ ولیم ایک پرانا بادشاہ ہے۔ جس نے انگلستان فتح کیا تھا۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی جب میں نے دوستوں کو یہ خواب سنائی تو مفتی صاحب نے ولیم کے معنی لغت انگریزی سے دیکھے اور معلوم ہوا کہ اس کے معنے ہیں بجد ارادے والا۔ پکے ارادے والا۔ یا دوسرے لفظوں میں اولوالعزم۔ پس گویا ترجمہ ہوا اولوالعزم فاتح۔" (الفضل ۲۴ر جون ۱۹۲۴ء)

مندرجہ بالا رویاء کے خط کشیدہ حصہ کو احباب خاص توجہ سے ملاحظہ فرمائیں۔ اور پھر اس واقعہ کو بھی پڑھیں جو نیچے میں اپنے ذاتی مشاہدہ کی بنا پر ضبط قلم کرتا ہوں اور امام وقت سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلیفہ برحق سیدنا حضرت محمود ایدہ الودود کے تعلق باللہ اور اخبار غیبیہ کے انکشاف کو ملاحظہ کر کے اپنے ایمانوں کو تازہ کریں اور روحوں کو جلا دیں۔

۲ر اکتوبر ۱۹۲۴ء کو

قیام انگلستان کے دوران میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خدا معلوم کس حکمت کے ماتحت خاکسار اور مکرم مولانا عبدالرحیم صاحب درد ایم۔ اے کو ساتھ لے کر پیونسی* جانے کا ارادہ فرمایا۔ چونکہ حضور ایدہ اللہ اور آپکے خدام میں سے کسی نے اس سے پہلے مذکورہ جگہ کو نہ دیکھا تھا۔ اس لئے مسٹر فالدشیلڈرک کو بطور گائڈ ساتھ لیا گیا۔ جب ہم اپنے مقدس آقا کے ہمراہ ساحل سمندر پر پیونسی کے مقام پر پہنچے تو وہاں ایک چھوٹا سا چائے کا ہوٹل تھا۔ ہوٹل والے نے دریافت کیا کہ کیا آپ چائے پئیں گے حضور نے فرمایا کہ ہاں ابھی واپس آ کر۔ پھر حضور اپنے ہمراہیوں کے ساتھ آگے بڑھے۔ وہاں دیکھا کہ ایک ملاح چھوٹی سی کشتی سے پانی نکال رہا ہے اور اس کو دھو رہا ہے۔ ہمیں دیکھ کر اس نے دریافت کیا کہ کیا آپ سیر کو جائیں گے حضور نے فرمایا "ہاں" اور اسی ہوٹل میں واپس آ کر چائے نوش فرمائی اور پھر کشتی میں بیٹھ گئے۔ اس وقت سامنے سمندر کے تین طرف کھلے تھے۔ ملاح نے دریافت کیا کہ آپ کس طرف کو سیر کے لئے جائیں گے۔ حضرت اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ نے تینوں سمتوں میں سے ایک سمت کی طرف اشارہ فرمایا کہ اس طرف چنانچہ وہ اس طرف لے گیا۔ ابھی کچھ فاصلہ طے ہوا تھا کہ حضور پُر نور نے فرمایا کہ یہاں پر کشتی کنارہ پر لگا دو اس نے ایسا ہی کیا۔ حضور مع ہمراہیوں کے نیچے اُترے اور اس سے دریافت کیا کہ کیا تمہارے ہاں اس جگہ کا کوئی نام ہے۔ اس کے منہ سے فوراً نکلا YES ENCHORAGE یعنی ہاں اس جگہ کو (انکریج) یعنی لنگر انداز ہونے کی جگہ کہتے ہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ یہ نام کیوں ہے۔ اس ملاح نے جواب دیا کہ کہا جاتا ہے کہ جب بادشاہ ولیم انگلستان پر حملہ آور ہوا تھا۔ تو وہ اپنی فوجوں کے ہمراہ اسی جگہ لنگر انداز ہوا تھا۔ چنانچہ حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ ایک طرف چل پڑے۔ کچھ فاصلہ پر ایک نالہ آیا۔ اس کے کنارے پر ایک چھوٹی سی کشتی الٹی ہوئی تھی۔ جو دیسے ایک لکڑی کے شہتیر کے مشابہ تھی۔ حضور تیزی سے اوپر چڑھ گئے اور ایک عظیم الشان جرنیل کی طرح چاروں طرف نظر دوڑانے لگے۔ چند منٹ کے بعد حضور وہاں سے واپس لوٹے۔ اور واپسی پر ایک جگہ کنکروں والی ریت میں ہاتھ مارنے لگے۔ میں اس واقعہ اور حضور کی اس حالت کو دیکھ کر وجد میں آگیا۔ اور حضور کے اردگرد تیزی سے طواف کرنے لگا۔ اور اس عظیم الشان پیشگوئی کو پورا ہوتے دیکھ کر میرے منہ سے بآواز بلند بار بار یہ الفاظ نکلے سے تو سچے وعدوں والا منکر کہاں کدھر ہیں (باقی صفحہ ۱۱ کالم ۳ پر ملاحظہ ہو)

* پیونسی اور اس سفر کے متعلق جناب مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم۔ اے سابق امام مسجد لنڈن نے خاکسار کے نام مندرجہ ذیل خط تحریر فرمایا ہے (ایڈیٹر)

مکرمی محبی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

"آپ کا خط مرقومہ ۲۶ر اپریل ۱۹۵۲ء مجھے ۳ر مئی ۱۹۵۲ء کو ملا۔ آپ نے خواہش کی ہے ۱۹۲۴ء میں جب حضور انگلستان میں اس جگہ تشریف لے گئے تھے۔ جہاں WILLIAM THE CONQUEROR اترا تھا۔ اور اسوقت میں حضور کیساتھ تھا۔ اس جگہ کا محل وقوع اور اس کے متعلق ضروری تفصیل میں آپ کو لکھوں۔ سو اس کے متعلق عرض ہے کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز (بعمر ۳۶ سال) اپنے ایک رویاء کو پورا کرنے کے لئے ۲ر اکتوبر ۱۹۲۴ء کو پیونسی تشریف لے گئے تھے۔ پیونسی آجکل انگلستان کی کونٹی (SUSSEX) میں سمندر کے کنارے پر ایک گاؤں ہے۔ یہ گاؤں HASTINGS کے جنوب مغرب میں بارہ میل کے فاصلہ پر واقعہ ہے اور ایسٹ بورن سے چار ساڑھے چار میل کا فاصلہ ہوگا۔ لنڈن سے ۶۵ میل فاصلہ ہے۔ اس گاؤں کی آبادی ۱۹۲۱ء میں ۷۶۴ تھی۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح سے ۵۵ سال قبل سیزر بھی اسی مقام پر انگلستان میں اترا تھا۔ اور وہاں اس نے ایک نہایت مضبوط قلعہ بنایا تھا۔ ان ایام میں اس مقام کو ANDERIDA کہتے تھے۔ رومنوں کے قبضہ کے قریباً سو سال بعد SAXONS نے آ کر اسے تباہ کر دیا تھا۔ اور ان کے لیڈر AELLA نے اتنی تباہی مچائی تھی کہ ایک شخص کو بھی زندہ نہ چھوڑا تھا۔ WILLIAM THE CONQUEROR (بعمر ۳۸ سال) اس مقام پر ۲۸ر ستمبر ۱۰۶۶ء کو اترا تھا۔ اس کے بعد قریباً ۵۰۰ سال تک اس مقام کو خاص اہمیت حاصل رہی۔ کہتے ہیں کہ بادشاہ اور ان کی ملکیں شہزادے شہزادیاں یا تو اپنی شان و شوکت کے ساتھ یہاں آتے تھے یا قیدی ہو کر آتے تھے۔ NORMONDY کے سامنے ہونے کے باعث اس کے محاصرے بھی ہوتے تھے۔ آپس سازشیں بھی ہوتی تھیں۔ دھوکہ۔ قتل و غارت۔ شان و شوکت کے مناظر بھی یہاں رہتے تھے۔

لنڈن کے مشہور اخبار TIMES مورخہ میں پیونسی کے متعلق مندرجہ ذیل فقرے چھپے تھے جو

. . . .

میں یہاں درج کرتا ہوں۔

(1) the Spot Seems to have been marked out to be the Scene of the most critical in-cidents that went to the shaping of modren England.

(2) "So on This one spot we Have nearly conti-nuous the History of Human strife al-most from the begin-ning of the life of man upon the earth down to the present day"

لیکن سمندر کے پیچھے ہٹ جانے کی وجہ سے اور دوسری وجوہات سے پیونسی کی اہمیت کم ہوگئی ہے ۱۸۳۳ء میں اس کی کمیٹی بھی ٹوٹ گئی تھی۔

پرانے قلعہ کے آثار اب بھی وہاں موجود ہیں جو ہم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے۔ رومیوں کی دیواریں جو قریباً دو ہزار سال پہلے بنائی گئی تھیں اب وہاں ایک حد تک موجود ہیں اور آثار قدیمہ میں دلچسپی رکھنے والے لوگ اب بھی پرانی چیزیں وہاں سے کھود کھود کر نکالتے رہتے ہیں۔

سمندر کا کنارہ اس مقام پر پتھریلا ہے گو کوئی بڑی چٹان یا پہاڑی ہمیں نظر نہیں آئی لیکن چھوٹے چھوٹے پتھر کثرت سے وہاں موجود ہیں۔ جو عموماً سمندر کے کنارے پر ہوتے ہیں۔ جس جگہ ہم وہاں گئے تھے وہاں ریت نہیں تھی۔

اس سفر میں مکرم بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی اور فالدشیلڈرک بھی تھے آپنے چونکہ اس جگہ کے متعلق ہی اپنے سوال کو محدود رکھا ہے اس لئے مجھے جو کچھ معلوم تھا اسکا جواب لکھ دیا ہے۔ خاکسار عبدالرحیم درد ۶/۵/۵۲

جناب سوامی دیانند صاحب سرسوتی بانی آریہ سماج کیساتھ

مسلمانوں کا حُسنِ سلوک

بانی آریہ سماج نے جس رنگ میں اسلام اور اہل اسلام کے ساتھ برتاؤ کیا ہے۔ وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ لیکن پھر بھی مسلمانوں نے اپنی رواداری اور دریا دلی کا جو نمونہ ان کے متعلق دکھایا۔ ہے وہ ذیل میں اخبار پرکاش لاہور مورخہ ۱۱ نومبر ۱۹۱۷ء کے اقتباس سے ملاحظہ فرمادیں۔ (ایڈیٹر)

"جن جماعتوں اور ہمدرد دوستوں نے مہرشی (دیانند) کو پرچار میں خاص مدد دی۔ ان کی نسبت عام آریہ سماجیوں کی واقفیت بہت کم ہے۔ کون نہیں جانتا کہ ویدک دھرم کے پرچار میں پُرانکوں (ہندوؤں) کی طرف آریہ سماج کے بانی کا اینٹ اور پتھر سے ستکار (خیر مقدم) کیا جاتا تھا۔ اور جن لوگوں کی اُنتی (ترقی) کے واسطے انہوں نے ہر طرح کے کشٹ (مصائب) سہے۔ انہی لوگوں نے مہرشی پر کئی بار شستر (ہتھیاروں) سے حملے کئے۔ اور زہر دی۔ مگر بہت تھوڑے آدمی جانتے ہیں کہ اسلام کا کھنڈن (رد) کرنے کے باوجود اہل اسلام رشی دیانند کو ایک خاص عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ سوائے آریوں کے جو سوامی کے پیرو بن گئے تھے۔ اگر کسی مذہب والے نے اُن کے پرچار (تبلیغ) میں کوئی سہولت پیدا کی تو وہ اہل اسلام تھے اگرچہ اس وقت میری خواہش نہیں ہے کہ میں ان تمام مسلمان دوستوں کا ذکر کروں۔ جنہوں نے پرچار میں خاص مدد دی۔ مگر میں ان میں سے دو تین مہربانوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ . . . . مہرشی کا سب سے پہلا بڑا مباحثہ انوپ شہر میں ہوا۔ اس وقت انوپ شہر کے تحصیلدار سید محمد نامی ایک مسلمان تھے۔ جنہوں نے سوامی جی کی حسب خواہش جلسہ کا انتظام کیا اور جب رشی دیانند کو اس جگہ زہر دی گئی۔ اس وقت یہی شخص تھے جنہوں نے پریرنا (تحریک) کی کہ اگر اجازت ہو تو (ہندو) پاپی کو قید کرایا جائے۔ جب مہرشی ۱۸۷۴ء میں بنارس پرچار کرنے گئے سید احمد خاں وہاں کے سب جج تھے اور سوامی جی کے لیکچروں کا پربندھ (اہتمام) سید صاحب کے مکان پر ہی کیا گیا اور یہ انہی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ باوجود اس کے رشی نے اپنی کھنڈن پالیسی کو بدستور جاری رکھا تھا اس دفعہ پرچار میں ان کو کسی قسم کی دقت پیش نہ آئی جب اس کے چار سال بعد ۱۸۷۸ء میں مہرشی دیانند علی گڑھ گئے۔ اس وقت سرسید احمد خاں بھی وہاں تھے اور انہوں نے سوامی جی کی تشریف آوری پر ایک بھاری جلسہ کیا۔ جس میں ہر مذہب کے لائق آدمیوں کو مدعو کیا۔ جب رشی لاہور میں تشریف لائے تو ان کے پہلے چند لیکچر برہمو سماج میں کرائے گئے۔

لیکن جب برہمو دھرم کے انویائیوں (پیرؤں) نے دیکھا کہ وہ یا تو ویدوں کی تعریف کرتے ہیں۔ اور ویدوں کو ایشور کرت (الہامی) مانتے ہیں۔ ان کو برہم سماج میں اُپدیش دینے سے روک دیا گیا۔ سوامی جی رتن چند کے باغ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ اور یہاں پورانک (ہندو) پنڈتوں نے کوشش کرکے انہیں اُٹھا دیا۔ اس حالت میں جبکہ مہرشی کے پاس کوئی ٹھہرنے کا مکان نہ تھا اور نہ کوئی پرچار کے لئے جگہ تھی ڈاکٹر رحیم خاں صاحب نے اپنی کوٹھی جو انارکلی میں واقع تھی۔ باوجود اس علم کے کہ سوامی جی اسلام کا بھی کھنڈن کرتے ہیں۔ ان کے حوالہ کردی۔ اس کوٹھی میں آریہ سماج لاہور کی بنیاد رکھی گئی۔ سب سے بڑا اور مشہور مباحثہ چاندپور میں ہوا۔ اسلام کی طرف سے مولوی محمد قاسم جو دیوبند کے پرنسپل اور عربی زبان کے بڑے فاضل تھے شامل جلسہ ہوئے۔ مباحثہ لگاتار ۹ گھنٹے تک ہوتا رہا۔ جب ہم اس شانتی (امن و امان) اور نمرتا (بردباری) جس کے ساتھ سب اہل جلسہ آپس میں ملتے تھے۔ کاشی کے مباحثہ (جو ہندوؤں سے ہوا تھا) کے دنگا فساد کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں۔ تو ہم کو ٹھیک معلوم ہوتا ہے کہ پرانکوں (ہندوؤں) اور مسلمانوں کے سلوک میں کتنا زمین و آسمان کا فرق تھا۔ کئی دفعہ اُپدیش دیتے مہرشی کٹھور شبد (سخت الفاظ) بھی استعمال کر دیا کرتے تھے۔ مگر جہاں ہندو پنڈت اس کا جواب اینٹ اور پتھر سے دیتے تھے۔ وہاں اہل اسلام مہرشی کے مہتو (عظمت) کو انوبھو (محسوس) کرتے ہوئے کبھی بُرا نہیں مناتے تھے کئی دفعہ ایسا ہوا۔ کہ سوامی جی مسلمان دوستوں کے مکان پر ٹھہرے ہوئے بھی اسلام کی تردید کرتے تھے۔ مگر کسی مسلمان نے ان کا نرادر (ہتک) نہیں کیا۔"

(اخبار پرکاش لاہور کرشن نمبر ۱۱ نومبر ۱۹۲۶ء)

"الوالعزم فاتح" بقیہ صفحہ ۱۷

حضور۔ اس وقت دعا میں مصروف ہو گئے اور اسلام اور احمدیت کی فتح کے لئے لمبی اور رقت آمیز دعائیں فرمائیں۔ جن کی قبولیت اور آپ کے ہاتھوں پر انگلستان کی فتح کے آثار اب ہم دیکھ رہے ہیں۔ اگرچہ سفر انگلستان کے دوران میں بہت

خدائی نشانات

ظاہر ہوئے اور پیشگوئیاں پوری ہوئیں۔ لیکن جو واقعہ میں اوپر درج کر چکا ہوں۔ اس کی عظمت شان کا اب بھی میرے قلب و دماغ پر نمایاں اثر ہے۔ اور میں تمام جماعت کے احباب سے پر زور درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے موعود اور عظیم الشان خلیفہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی شان اور قدر کو پہچانیں اور آپ کی دلی اطاعت اختیار کر کے

خدا تعالےٰ کے فضلوں

اور انعامات کے وارث ہوں۔ خدا تعالےٰ مجھ کو بھی اور آپ کو بھی اس کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

احباب کے فائدہ کے لئے ذیل میں نقشہ انگلستان جس میں پیونسی کا مقام ظاہر کیا گیا ہے۔ دیا جاتا ہے۔ یہ نقشہ عزیزم مکرم مرزا برکت علی صاحب آف آبادلن نے تیار کیا ہے۔

شمال

نقشہ انگلستان

EDINBURGH
SCOTLAND
NORTHUMBRIA
NORTH SEA
WILD WALES
MERCIA
LONDON
THAMES
DOVER
CHANNEL
HASTINGS
LEWES
PEVENSEY
WESSEX
ENGLISH
FLANDERS
FRANCE
NORMANDY
KINGDOM OF FRANCE
PARIS
BRITTANY
MAINE

مغرب — مشرق

جنوب

نوٹ:۔ انگلینڈ کا نقشہ ۱۰۶۶ء کی پوزیشن ظاہر کرتا ہے۔ جب کہ ولیم دی کانکر ۲۸ ستمبر ۱۰۶۶ء کو تین دن بعد پیونسی پر باقاعدہ حیثیت سے اترا۔

ولیم دی کنکر
یعنی
الوالعزم فاتح

قادیان!

(مرسلہ اسسٹنٹ ایڈیٹر)

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

جماعت احمدیہ کا دائمی مرکز

۱۔ حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔

"یہ ضروری ہوگا کہ مقام اس انجمن کا ہمیشہ قادیان رہے۔ کیونکہ خدا نے اس مقام کو برکت دی ہے۔"

(ضمیمہ الوصیت شرط ۱۳)

ب۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے قادیان کی برکات کے متعلق فرمایا:۔

"میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ قادیان کی زمین بابرکت ہے۔"

قادیان کے متعلق حدیث نبوی میں ذکر

حضرت مسیح پاک علیہ السلام فرماتے ہیں:۔
"شیخ علی حمزہ بن علی ملک الطوسی اپنی کتاب جواہر الاسرار میں جو ۸۴۰ھ میں تالیف ہوئی تھی مہدی موعود کے بارے میں مندرجہ ذیل عبارت لکھتے ہیں۔

"در اربعین آمدہ است کہ خروج مہدی از قریہ کدعہ باشد۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخرج المہدی من قریۃ یقال لہا کدعہ ویصدقہ اللہ تعالیٰ ویجمع اصحابہ من اقصی البلاد علی عدۃ اہل بدر بثلاث مائۃ وثلاثۃ عشر رجلاً ومعہ صحیفۃ مختومۃ (مطبوعۃ) فیہا عدد اصحابہ باسمائہم وبلادہم وخلالہم۔ یعنی مہدی اس گاؤں سے نکلے گا جس کا نام کدعہ ہے (یہ نام دراصل قادیان کے نام کو معرب کیا ہوا ہے) اور پھر فرمایا کہ خدا اس مہدی کی تصدیق کرے گا اور دور سے اس کے دوست جمع کرے گا۔ جن کا شمار اہل بدر کے شمار کے برابر ہوگا۔ یعنی ۳۱۳ ہوں گے۔ اور ان کے نام بتصریح مسکن وخصلت چھپی ہوئی کتاب میں درج ہوں گے۔" (ضمیمہ انجام آتھم ص۴۱)

اب دیکھو یہ تین سو تیرہ مخلص جو اس ... (ضمیمہ انجام آتھم ص...) یہ اسی پیشگوئی کا مصداق ہے۔ جو احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی ہے پیشگوئی میں کدعہ کا لفظ بھی ہے۔ جو صریح قادیان کے نام کو بتلا رہا ہے۔"

(ضمیمہ انجام آتھم ص۴۲)

احادیث میں یہ بھی بیان فرمایا گیا ہے۔ کہ وہ مہدی موعود ایسے قصبہ کا رہنے والا ہوگا جس کا نام کدعہ یا کدیہ ہوگا۔

اب ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ یہ لفظ کدعہ دراصل قادیان کے لفظ کا مخفف ہے۔" (کتاب البریہ ص۲۲۶ حاشیہ)

کلام الٰہی میں قادیان اور مسجد اقصےٰ کا ذکر

"قریباً بیس برس ہوئے کہ میں نے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں خدا تعالیٰ کا یہ کلام جو میری زبان پر جاری کیا گیا تھا۔ یعنی یہ کہ

انا انزلناہ قریباً من القادیان وبالحق انزلناہ وبالحق نزل صدق اللہ ورسولہ وکان امر اللہ مفعولاً۔

(دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۸)

یعنی ہم نے اس مسیح موعود کو قادیان میں اتارا ہے۔ اور وہ ضرورت حقہ کے ساتھ اتارا گیا۔ اور ضرورت حقہ کے ساتھ اترا۔ خدا نے قرآن میں اور رسول نے حدیث میں جو تحریر فرمایا تھا وہ اس کے آنے سے پورا ہوا۔ اس الہام کے وقت جیسا کہ میں کئی دفعہ لکھ چکا ہوں مجھے کشفی طور پر یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ یہ الہام قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے۔ اور اس وقت عالم کشف میں میرے دل میں اس بات کا یقین تھا کہ قرآن شریف میں تین شہروں کا ذکر ہے یعنی مکہ اور مدینہ اور قادیان کا۔ . . . . اب اس رسالہ کی تحریر کے وقت میرے پر منکشف ہوا کہ جو کچھ براہین احمدیہ میں قادیان کے بارے میں کشفی طور پر میں نے لکھا یعنی یہ کہ اس کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے درحقیقت یہ صحیح بات ہے کیونکہ یہ یقینی امر ہے کہ قرآن شریف کی یہ آیت کہ:۔

سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی بارکنا حولہ

معراج مکانی اور زمانی دونوں پر مشتمل ہے۔ اور بغیر اس کے معراج ناقص رہ جاتا ہے۔

پس جیسا کہ سیر مکانی کے لحاظ سے خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مسجد الحرام سے بیت المقدس تک پہنچا دیا تھا ایسا ہی سیر زمانی کے لحاظ سے آنجناب کو شوکت اسلام کے ... تھا۔ برکات اسلامی کے زمانہ تک جو مسیح موعود کا زمانہ ہے پہونچا دیا۔

پس اس پہلو کی رو سے جو اسلام کے انتہاء زمانہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سیر کشفی ہے مسجد اقصےٰ سے مراد مسیح موعود کی مسجد ہے جو قادیان میں واقع ہے۔ جس کی نسبت براہین احمدیہ میں خدا کا کلام یہ ہے۔

مبارک ومبارک وکل امر مبارک یجعل فیہ۔ اور یہ مبارک کا لفظ جو بصیغہ مفعول اور فاعل واقع ہوا۔ قرآن شریف کی آیت بارکنا حولہ کے مطابق ہے۔ پس کچھ شک نہیں جو قرآن شریف میں قادیان کا ذکر ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی بارکنا حولہ۔"

(ضمیمہ خطبہ الہامیہ ص... ۲۸ مئی ۱۹۰۰ء)

مسجد اقصےٰ اور منارۃ المسیح

"اور مسجد اقصےٰ سے مراد اس جگہ یروشلم کی مسجد نہیں ہے۔ بلکہ مسیح موعود کی مسجد جو باعتبار بعد زمانہ کے خدا کے نزدیک مسجد اقصےٰ ہے اس کا کسی کو انکار ہو سکتا ہے کہ جس مسجد کو مسیح موعود بنا کرے وہ اس لائق ہے کہ اس کو مسجد اقصےٰ کہا جائے۔ جس کے معنے ہیں مسجد اقصیٰ۔ کیونکہ جب کہ مسیح موعود کا وجود اسلام کے لئے ایک انتہائی دیوار ہے اور مقرر کردہ آخری زمانہ میں اور بعید تر حصہ دنیا میں آسمانی برکات کے ساتھ نازل ہوگا اس لئے ہر ایک مسلمان کو یہ ماننا پڑتا ہے کہ مسیح موعود کی مسجد مسجد اقصےٰ ہے کیونکہ اسلامی زمانہ کا خط ممتد جب اس کے انتہائی نقطہ پر مسیح موعود ہے۔ لہٰذا مسیح موعود کی مسجد پہلے زمانہ سے جو صدر اسلام ہے بہت ہی بعید ہے۔ سو اسی وجہ سے مسجد اقصےٰ کہنے کے لائق ہے۔ اور

اس مسجد اقصےٰ کا منارہ

اس لائق ہے کہ تمام مناروں سے اونچا ہو۔ کیونکہ یہ منارہ مسیح موعود کے احقاق حق اور صرف ہمت اور اتمام حجت اور اعلاء ملت کی جسمانی طور پر تصویر ہے۔

پس جیسا کہ اسلامی سچائی مسیح موعود کے ہاتھ سے اعلیٰ درجہ کی ارتفاع تک پہنچ گئی ہے۔ اور مسیح کی ہمت ثریا سے ایمان گم گشتہ کو واپس لا رہی ہے۔ اس کے مطابق یہ منارہ بھی روحانی امور کی عظمت ظاہر کر رہا ہے۔ وہ آواز جو دنیا کے چاروں گوشوں میں پہنچائی جانے گی۔ وہ روحانی طور پر بڑے اونچے منار کو چاہتی ہے۔"

(ضمیمہ خطبہ الہامیہ ص... ۲۸ مئی ۱۹۰۰ء)

مسجد مبارک

الم نجعل لک سہولۃ فی کل امر بیت الفکر وبیت الذکر ومن دخلہ کان اٰمنا۔

کہ ہم نے ہر ایک بات میں تیرے لئے آسانی نہیں کی؟ کہ تجھ کو بیت الفکر اور بیت الذکر عطا کیا۔ اور جو شخص بیت الذکر میں باخلاص وتعبد وصحت نیت وحسن وایمان داخل ہوگا وہ سوء خاتمہ سے امن میں آ جائے گا۔

بیت الفکر سے مراد اس جگہ وہ چوبارہ ہے جس میں یہ عاجز کتاب کی تالیف کے لئے مشغول رہا ہے اور رہتا ہے اور بیت الذکر سے مراد وہ مسجد ہے کہ جو اس چوبارہ کے پہلو میں بنائی گئی ہے۔

اور آخری فقرہ مذکورہ بالا اسی مسجد کی صفت میں بیان فرمایا ہے۔ جس کے حروف سے بنائے مسجد کی تاریخ بھی نکلتی ہے اور وہ یہ ہے مُبارِکٌ ومُبارَکٌ وکُلُّ اَمرٍ مُبارَکٍ یُجْعَلُ فیہ۔

یعنی یہ مسجد برکت دہندہ اور برکت یافتہ اور ہر ایک امر مبارک اس میں کیا جائے گا۔"

(تذکرہ ص [illegible])

"شاید برسوں کے دن یعنی بروز سہ شنبہ مسجد کی طرف نظر کی گئی تو اس وقت خداوند کریم کی طرف سے ایک اور فقرہ الہام ہوا۔ اور وہ یہ ہے:۔

فیہ برکات للناس

یعنی اس میں لوگوں کے لئے برکتیں ہیں۔

(تذکرہ ص [illegible])

"آج رات کیا عجیب خواب آئی کہ بعض اشخاص ہیں جن کو اس عاجز نے شناخت نہیں کیا۔ وہ سبز رنگ کی سیاہی سے مسجد کے دروازہ کی پیشانی پر کچھ آیات لکھتے ہیں ایسا سمجھا گیا ہے کہ فرشتے ہیں۔ اور سبز رنگ ان کے پاس ہے جس سے وہ بعض آیات تحریر کرتے ہیں۔ اور خطِ ریحانی میں جو پیچیدہ اور مسلسل ہوتا ہے لکھتے جاتے ہیں۔ تب اس عاجز نے ان آیات کو پڑھنا شروع کیا جن میں سے ایک یاد رہی اور وہ یہ ہے

لَا رَادَّ لِفَضْلِہٖ

اور حقیقت میں خدا کے فضل کو کون روک سکتا ہے۔ جس عمارت کو وہ بنانا چاہے اس کو کون مسمار کرے۔ اور جس کو وہ عزت دینا چاہے اس کو کون ذلیل کرے۔ (تذکرہ صفحہ ...)

"الدار"

"قادیان کی مقدس بستی میں حضرت مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ بابرکت گھر بھی ہے جس کے متعلق حضور نے ایک خواب کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا:۔

"ایک رات اس عاجز نے اس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ دل و جان اس سے معطر ہو گیا۔ اسی رات خواب میں دیکھا کہ آبِ زلال کی شکل پر نور کی مشکیں اس عاجز کے مکان میں لئے آتے ہیں۔ اور ایک نے ان میں سے کہا کہ یہ وہی برکات ہیں جو تو نے محمدؐ کی طرف بھیجی تھیں۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پھر خصوصیت سے الدار کے متعلق الہام الٰہی "اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ" بھی موجود ہے۔

چنانچہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام فرماتے ہیں:۔
"اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ ہر ایک جو شخص تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہو گا۔ اور وہ جو کامل پیروی اور اطاعت اور سچے تقویٰ سے تجھ میں محو ہو جائے گا۔ وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے"

"جو شخص میری تعلیم پر پورا پورا عمل کرتا ہے وہ اس میرے گھر میں داخل ہو جاتا ہے۔ جس کی نسبت خدا تعالیٰ کی کلام میں وعدہ ہے۔ اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ۔ یعنی ہر ایک جو تیرے گھر کی چار دیوار کے اندر ہے میں اس کو بچاؤں گا۔ اس جگہ یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں جو میرے اس خاک و خشت کے گھر میں بود و باش رکھتے ہیں۔ بلکہ وہ لوگ بھی جو میری پوری پیروی کرتے ہیں میرے روحانی گھر میں داخل ہیں"

اگرچہ مندرجہ عبارت میں روحانیت کے اعتبار سے ہر احمدی جہاں بھی ہو روحانی گھر میں داخل سمجھا جائے گا لیکن خصوصیت سے وہ گھر جسے علاوہ روحانیت کے جسمانی طور پر بھی شرف حاصل ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام وہاں سکونت پذیر رہا۔ اور وہ اب ہی برکت حاصل کرنے کے لئے کھلا ہے۔ (تذکرہ صفحہ ۷۶)

بہشتی مقبرہ

"مجھے ایک جگہ دکھلائی گئی کہ یہ تیری قبر کی جگہ ہو گی۔ ایک فرشتہ میں نے دیکھا کہ وہ زمین کو ناپ رہا ہے۔ تب ایک مقام پر اس نے پہنچ کر کہا کہ یہ تیری قبر کی جگہ ہے۔ پھر ایک جگہ مجھے ایک قبر دکھلائی گئی کہ وہ چاندی سے زیادہ چمکتی تھی اور اس کی تمام مٹی چاندی کی تھی۔ تب مجھے کہا گیا کہ یہ تیری قبر ہے۔ اور ایک جگہ مجھے دکھلائی گئی۔ اور اس کا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا اور ظاہر کیا گیا کہ وہ ان برگزیدہ جماعت کے لوگوں کی قبریں ہیں جو بہشتی ہیں ....

... میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اس میں برکت دے اور اس کو بہشتی مقبرہ بنا دے۔ اور یہ اس جماعت کے پاک دل لوگوں کی خوابگاہ ہو جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کر لیا اور دنیا کی محبت چھوڑ دی اور خدا کے لئے ہو گئے۔ اور پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لی۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی طرح وفاداری اور صدق کا نمونہ دکھلایا آمین یارب العالمین۔

پھر میں دعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر خدا! اس زمین کو میری جماعت میں سے اُن پاک دلوں کی قبریں بنا جو فی الواقع تیرے لئے ہو چکے اور دنیا کی اغراض کی ملونی ان کے کاروبار میں نہیں آمین یارب العالمین۔

پھر میں تیسری دفعہ دعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر کریم! اے خدائے غفور و رحیم! تو صرف ان لوگوں کو اس جگہ قبروں کی جگہ دے جو تیرے اس فرستادہ پر سچا ایمان رکھتے ہیں۔ اور کوئی نفاق اور غرض نفسانی اور بدظنی اپنے اندر نہیں رکھتے۔ اور جیسا کہ حق ایمان اور اطاعت کا ہے بجا لاتے ہیں۔ اور تیرے لئے اور تیری راہ میں اپنے دلوں میں جان فدا کر چکے ہیں۔ جن سے تو راضی ہے۔ اور جن کو تو جانتا ہے کہ وہ بکلی تیری محبت میں کھوئے گئے۔ اور تیرے فرستادہ سے وفاداری اور پورے ادب اور انشراحی ایمان کے ساتھ محبت اور جانفشانی کا تعلق رکھتے ہیں۔ آمین یارب العالمین

اور چونکہ اس قبرستان کے لئے بڑی بھاری بشارتیں مجھے ملی ہیں اور نہ صرف خدا نے یہ فرمایا کہ یہ مقبرہ بہشتی ہے۔ بلکہ یہ بھی فرمایا کہ

اُنْزِلَ فِیْہَا کُلُّ رَحْمَۃٍ

یعنی ہر ایک قسم رحمت اس قبرستان میں اتاری گئی ہے اور کسی قسم کی رحمت نہیں جو اس قبرستان کو اس سے حصہ نہیں۔" (الوصیت)

قادیان کی طرف لوگوں کا رجوع

اللہ تعالےٰ نے مسیح پاک علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

وَاتْلُ مَا اُوْحِیَ اِلَیْکَ ... وَلَا تُصَعِّرْ لِخَلْقِ اللّٰہِ وَلَا تَسْئَمْ مِنَ النَّاسِ اَصْحَابُ الصُّفَّۃِ وَمَا اَدْرٰکَ مَا اَصْحَابُ الصُّفَّۃِ تَرٰی اَعْیُنَہُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ یُصَلُّوْنَ عَلَیْکَ

ترجمہ۔ سو ان کو وہ وحی سنا دے جو تیرے رب کی طرف سے ہوئی۔ اور یاد رکھو کہ وہ زمانہ آتا ہے کہ لوگ کثرت سے تیری طرف رجوع کریں گے۔ سو تیرے پر واجب ہے کہ تو ان سے بدخلقی نہ کرے اور تجھے لازم ہے کہ ان کی کثرت کو دیکھ کر تھک نہ جائے۔ اور ایسے لوگ بھی ہوں گے جو اپنے وطنوں سے ہجرت کر کے تیرے حجروں میں آکر آباد ہوں گے۔ وہی ہیں جو خدا کے نزدیک اصحاب الصفہ کہلاتے ہیں۔ اور تو کیا جانتا ہے کہ وہ کس شان اور کس ایمان کے لوگ ہوں گے جو اصحاب الصفہ کے نام سے موسوم ہیں۔ وہ بہت قوی الایمان ہوں گے۔ تو دیکھے گا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں گے۔ وہ تیرے پر درود بھیجیں گے"

(براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۲۴۲ حاشیہ در حاشیہ۔ ۱۵ مارچ ۱۸۸۲ء)

یَاْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ وَسِّعْ مَکَانَکَ یَاْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ (یعنی بہت دور دور سے لوگ تیرے پاس آئیں گے ان کے لئے اپنے مکان کو وسیع کر)

براہین کے صفحہ ۲۴۱ میں مرقوم ہے۔ وَلَا تُصَعِّرْ لِخَلْقِ اللّٰہِ وَلَا تَسْئَمْ مِنَ النَّاسِ اور اس کے بعد الہام ہوا۔

وَوَسِّعْ مَکَانَکَ

یعنی اپنے مکان کو وسیع کر

اس پیشگوئی میں صاف فرما دیا۔ کہ وہ دن آتا ہے ملاقات کرنے والوں کا بہت ہجوم ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ ہر ایک کا تجھ سے ملنا مشکل ہو جائے گا۔ پس تو اس وقت ملال ظاہر نہ کرنا۔ اور لوگوں کی ملاقات سے تھک نہ جانا۔

سبحان اللہ یہ کس شان کی پیشگوئی ہے۔ اور آج سے سترہ برس پہلے اس وقت بتلائی گئی کہ جب میری مجلس میں شاید دو تین آدمی آتے ہوں گے۔ اور وہ بھی کبھی کبھی اس سے کیسا علم غیب خدا کا ثابت ہوتا ہے"

(سراج منیر صفحہ ۶۲ و ۶۳ ۱۸۹۷ء)

اس امر کو مندرجہ ذیل اشعار میں آپؑ نے نظم بھی فرمایا:۔

میں تھا غریب و بیکس و گمنام و بے ہنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر
لوگوں کی اس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی
میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی
اب دیکھئے کہ کیسا رجوع جہاں ہوا
اک مرجع خواص یہی قادیاں ہوا

پھر فرمایا:۔

اک زمانہ تھا کہ میرا نام بھی مستور تھا
قادیاں بھی تھی نہاں ایسی کہ گویا زیرِ غار
کوئی بھی واقف نہ تھا مجھ سے نہ میرا معتقد
لیکن اب دیکھو کہ چرچا کس قدر ہے ہر کنار
اس زمانہ میں خدا نے دی تھی شہرت کی خبر
جو کہ اب پوری ہوئی بعد از مرورِ روزگار
کھول کر دیکھو براہیں جو کہ ہے میری کتاب
اس میں ہے یہ پیشگوئی پڑھ لو اس کو ایک بار
اب ذرا سوچو کہ کیا یہ آدمی کا کام ہے
اس قدر امرِ نہاں پر کس بشر کو اقتدار

زمین قادیاں اب محترم ہے
ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

قادیان کا ظاہری عروج

"ہم نے رویا میں دیکھا کہ ہم قادیان کے بازار میں ہیں۔ اور ایک گاڑی پر سوار ہیں جیسے کہ ریل گاڑی ہوتی ہے"

(بدر ۲۰ را پریل ۱۹۰۵ء۔ تذکرہ صفحہ ۵۵۴)

"ہم نے کشف میں دیکھا کہ قادیان ایک بڑا عظیم الشان شہر بن گیا اور انتہائی نظر سے بھی پرے تک بازار نکل گئے۔ اونچی اونچی دو منزلی یا چو منزلی یا اس سے بھی زیادہ اونچے اونچے چبوتروں والی دکانیں عمدہ عمارت کی بنی ہوئی ہیں اور موٹے موٹے سیٹھ بڑے بڑے پیٹ والے، جن سے بازار کو رونق ہوتی ہے، بیٹھے ہیں اور ان کے آگے جواہرات اور لعل اور موتیوں اور ہیروں، روپوں اور اشرفیوں کے ڈھیر لگ رہے ہیں۔ اور قسما قسم کی دکانیں خوبصورت اسباب سے جگمگا رہی ہیں۔ یکے، بگیاں، ٹم ٹم، فٹنیں، پالکیاں، گھوڑے، شکرمیں، پیدل اس قدر بازار میں آتے جاتے ہیں کہ مونڈھے سے مونڈھا بھڑ کر چلتا ہے۔ اور راستہ بمشکل ملتا ہے"

(الحکم ۳۰ را پریل ۱۹۰۲ء
تذکرہ صفحہ ۳۹۴)

ہمارے آقا کے ارشادات

احمدیت امن کی آواز اور صلح کا پیغام ہے

از حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل امیر مقامی و ناظر اعلیٰ قادیان

زمانہ درویشی میں سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے جو ارشادات وقتاً فوقتاً موصول ہوتے رہے ہیں۔ ان میں سے بعض ذیل میں احباب کے فائدہ اور ازدیاد ایمان کے لئے پیش ہیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے ان میں سے بہت سی ہدایات پر عمل کرنے کی توفیق مل چکی ہے گو ابھی بہت سے امور تشنہ تکمیل ہیں۔ جن کے مکمل ہونے کے لئے احباب کی خدمت میں درخواست دعا ہے۔

(۱)

"میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں۔ اب پھر لکھتا ہوں۔ کہ اب جو لوگ وہاں رہیں ان کو یہ سمجھ کر رہنا چاہیئے۔ کہ انہوں نے نئی زندگی اور مسیح ناصری والی زندگی کا نمونہ دکھانا ہے۔ اگر ہمارے کسی آدمی کی سختی کی وجہ سے یا مقابلہ کی وجہ سے مقامات مقدسہ کی ہتک ہوئی۔ تو اس کا ذمہ دار وہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے انبیاء کے ذریعہ سے ہم کو یہ نمونے دکھائے ہیں۔ اب نصیحت اور تبلیغ اور ضمیر کے سامنے اپیل کرنے سے کام لینا چاہیئے۔ اور دعا و گریہ و زاری اور انکساری سے کام لینا چاہیئے۔ اور ظلم برداشت کر کے ظلم کو روکنے کی کوشش کرنی چاہیئے جب تک [illegible] ہماری وہاں کی آبادی نہیں دکھائے گی [illegible] دوبارہ قادیان کا فتح کرنا مشکل ہے۔ ہمارے آدمیوں کو چاہیئے کہ وہ دعائیں کریں اور [illegible] کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کو دعا کی قبولیت اور الہام کی نعمت میسر آجائے۔ پھر وہ اس نعمت کے ذریعہ سکھ اور ہندو آبادی کے دلوں کو فتح کریں۔ اور جس طرح باوا نانک صاحب باوا فرید کے مرید ہوئے تھے۔ وہاں کے سکھ اور ہندو ان کے مرید بن جائیں۔ اور جو جسمانی شوکت ہم سے چھن گئی ہے وہ روحانی طور پر ہم کو پہلے سے بھی زیادہ مل جائے۔ یہ طریق بھی اختیار کریں کہ کوئی مصیبت زدہ [illegible] تکلیف دور ہو جائے گی۔ ہم ان کے لئے دعائیں بھی کریں۔ بیماروں کی شفا۔ مقدمہ والوں کی [illegible] اسی قسم کے اور مصیبت زدوں کے [illegible] بھی یہ تحریک کرتے رہیں تو تھوڑے دنوں میں [illegible] سینکڑوں [illegible] سکھ اور ہندو ان کے مرید ہو جائیں گے۔ اور ایک روحانی حکومت ان کو حاصل ہو جائے گی۔"

(۲)

بہرحال قادیان کی آبادی تصوف کے اصول پر ہی قائم کی جاسکتی ہے۔ اور تصوف کا اصول یہ ہے کہ "کم گفتن و کم خوردن و کم خفتن" باتیں تھوڑی کی جائیں۔ کھانا تھوڑا کھایا جائے۔ سویا کم جائے۔ اور اس کے مقابلہ پر ذکر الٰہی زیادہ کیا جائے۔ محنت زیادہ کی جائے۔ اور خدمت خلق زیادہ کی جائے۔ ان چار اصولوں پر چل کر روٹی کی فکر نہیں رہتی۔ لوگوں کی مخالفت کی روح ٹوٹ جاتی ہے۔ اور خدا کے فضل زیادہ سے زیادہ نازل ہونے لگتے ہیں۔

جلسہ قریب آرہا ہے۔ اب آپ کو پوری طرح کوشش کرنی چاہیئے کہ مختلف جگہوں سے پچیس تیس آدمی کم سے کم مستقل جا جا ہو کر قادیان آجائیں اور پچیس تیس آدمیوں کو قادیان سے فارغ کر کے ادھر بھجوا دیا جائے۔ کیونکہ غالباً اتنے لوگ وہاں نہیں۔ جو ادھر آنا چاہتے ہیں۔ اسی طرح دس بارہ نوجوانوں کو دیہاتی مبلغوں کی طرح تعلیم دینی چاہیئے۔ ملکانہ۔ مالابار۔ بہار۔ اڑیسہ اور بنگال سے ایسے آدمی منگوانے چاہئیں۔ اسی طرح یو۔ پی کے اضلاع سے۔ اور جو موجودہ دیہاتی مبلغ ہیں۔ وہ تین سال سے پڑھ رہے ہیں۔ ان کو باہر بھجوانا چاہیئے۔ تاکہ وہ کام آئیں پہلے موجودہ جماعتوں کو سنبھالنے اور ان کو بڑھانے کی کوشش ہونی چاہیئے۔ اس کے بعد نئے نئے تبلیغی مرکز مختلف صوبوں میں کھولنے چاہئیں۔ وقت انتہائی کوشش کا ہے۔ کوئی مشکل نہیں کہ اگر آپ لوگ توجہ کریں۔ تو سال ڈیڑھ سال میں لاکھ دو لاکھ کی جماعت ہندوستان میں پیدا ہو جائے۔ اگر ایسا ہو جائے تو چھ سات لاکھ سالانہ کی آمد آسانی کے ساتھ قادیان میں ہوتی رہے گی۔ جو زمانہ کے ساتھ بڑھتی چلی جائے گی۔ اور آپ لوگ اور مدرسہ احمدیہ دینیات کالج۔ ہائی سکول اور تعلیم الاسلام کالج وہاں دوبارہ بنانے کی توفیق پائیں گے۔ جو زمانہ زندہ رہنے کی کوشش کا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے خیریت سے اس زمانہ سے آپ کو گذار دیا ہے۔ اب آپ نے آگے بڑھنے کی کوشش کرنی ہے۔ مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک آپ لوگ یہی محسوس کر رہے ہیں۔ کہ آپ نے زندہ رہنے کی کوشش کرنی ہے۔ نئے ماڈل سوچنے کا ابھی سوال نہیں۔ لیکن قادیان میں جو کچھ پہلے تھا اُسے قائم کرنے کے لئے کسی سکیم کے سوچنے کی ضرورت نہیں وہ سکیم تو سامنے ہی ہے اُس کے لئے صرف ان باتوں کی ضرورت ہے۔

اول۔ قادیان میں عورتوں اور بچوں کا مہیا کرنا۔ اڑیسہ۔ یو۔ پی اور بہار میں بہت غریب مل جاتے ہیں جو شادیاں کر سکتے ہیں۔ جن کی ان علاقوں میں شادیاں کرا دیجئے۔ اور قادیان میں عورتیں بسوائیے

دوم۔ ہزاروں ہزار مسلمان جو مارا گیا ہے۔ اُن کے یتیم بچے دہلی اور اُس کے گرد و نواح میں موجود ہیں۔ ایسے پندرہ بیس بچے منگوا لیجئے اور پرائمری سکول کھول دیجئے۔ دس بیس نوجوان باہر سے وقف کی تحریک کر کے دیہاتی مبلغ بنانے کے لئے منگوا لیجئے۔ اور مدرسہ احمدیہ قائم کر دیجئے اگر پرانا پریس نہیں ملتا تو نئے پریس کی اجازت لیجئے۔ دستی پریس پتھروں والا ہو۔ یہ سو دو سو میں آجاتا ہے۔ بلکہ خود قادیان میں بنوایا جا سکتا ہے اس پر ایک پرچہ ہفتہ وار چھاپنا شروع کر دیجئے آپ لوگوں کے لئے کام اور شغل نکل آئے گا کچھ لوگ کاتب بن جائیں گے۔ اور کچھ پریس مین بن جائیں گے۔ کچھ کاغذ لگانے والے کچھ ہتھی چلانے والے بن جائیں گے۔ اور کئی لوگوں کے لئے کام نکل آئے گا۔ آبادی بڑھے گی تو خالی جگہوں کو دیکھ کر لوگوں کو جو لالچ پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ جاتا رہے گا۔ اور جو خالی ٹکڑے پڑے ہیں۔ ان میں نئی عمارتیں بن جائیں گی۔

سوم۔ حکیم خلیل احمد صاحب میرے خیال میں اگر وہاں آجائیں یا اور کوئی حکیم۔ تو ایک مطب بھی کھول دیا جائے۔ اور ایک طبیہ کلاس بھی کھول دی جائے۔ دیہاتی مبلغ طب سیکھیں۔ اور مرزا وسیم احمد صاحب بھی طب سیکھ لیں۔ اور ایک بہت بڑا دواخانہ کھول دیا جائے جس کی دوائیں سارے ہندوستان میں جائیں۔ خدا چاہے تو لاکھوں کی آمدنی اس ذریعہ سے ہو سکتی ہے۔

میں قادیان میں رہنے والے احمدیوں کو اس امر کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ شور و شر کا زمانہ جس نے عمل کے مواقع کو بالکل باطل کر دیا تھا اب ختم ہو رہا ہے۔ آہستہ آہستہ امن فساد کی جگہ لے رہا ہے۔ بہت سی جگہوں کے رستے کھل گئے ہیں۔ اور باقی کے متعلق امید ہے کہ آہستہ آہستہ کھل جائیں گے۔ مگر جس رنگ میں کام چل رہا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ ساری دنیا کی جماعت احمدیہ کا ایک مرکز پر جمع ہونا ابھی کچھ وقت چاہتا ہے۔ وہ وقت لمبا ہو یا چھوٹا۔ لیکن بہرحال جب تک وہ وقت نہ آئے جس حد تک موجودہ تعطل کو دور کیا جا سکے۔ اُس کا دور کیا جانا ضروری ہے۔ گذشتہ سال جو تعطل واقع ہوا۔ وہ معافی کے قابل تھا کیونکہ تمام علاقے آپس میں کٹے ہوئے تھے۔ اور ایک دوسرے تک خبر پہنچانا ناممکن تھا۔ لیکن اب وہ حالت نہیں رہی۔ اب کسی نہ کسی ذریعہ سے قادیان اور ہندوستان کی جماعتوں کا تعلق قائم رکھا جا سکتا ہے تبلیغ اور اشاعت کے کام کو بھی ہاتھوں ہر لیا جا سکتا ہے۔ گذشتہ ایام میں جو تباہی آئی اُس موقعہ پر قادیان کے اکثر احباب نے نہایت عمدہ نمونہ دکھایا۔ اور قابل تعریف قربانی پیش کی۔ جس پر صرف ہی نہیں۔ ہندوستان اور پاکستان کے لوگ ہی نہیں۔ بلکہ دنیا کے دور دراز ملکوں کے لوگ بھی قادیان کے لوگوں کی قربانی کی تعریف کر رہے ہیں۔ امریکہ اور یورپ کے لوگ اب قادیان کو صرف ایک مذہبی مرکز کے طور پر نہیں دیکھ رہے بلکہ قربانی کرنے والے۔ ایثار کرنے والے اور اس جگہ کو پوری دنیا کو اس کے دکھوں سے نجات دینے کی کوشش کرنے والوں کا مرکز سمجھ رہے ہیں۔ اس نقطۂ نگاہ سے قادیان اب صرف احمدیوں کا مرکز ہی نہیں رہا۔ بلکہ مختلف مفید کاموں کی خواہش رکھنے والے لوگوں کی توجہ کا مرکز بھی ہو گیا ہے۔ ابھی چند دنوں کی بات ہے کہ ایک مجلس میں شامل ہونے کا مجھے موقعہ ملا۔ میرے پاس ایک امریکن قونصل جنرل کی بیوی تشریف رکھتی تھیں۔ مجلس سے اُٹھتے وقت میں نے اُس سے کہا کہ اپنے خاوند سے مجھے انٹروڈیوس کرا دیں انہوں نے اپنے خاوند کو مجھ سے ملوایا۔ ملنے کے بعد سب سے پہلا فقرہ جو امریکن قونصل جنرل نے کہا۔ وہ یہ تھا۔ کہ مجھے قادیان دیکھنے کی بہت خواہش ہے۔

. . . . . افسوس ہے کہ اس وقت تک اس خواہش کو پورا نہیں کر سکا۔ میں نے کہا ہمیں بھی بہت خواہش ہے۔ لیکن افسوس کہ اس وقت ہم بھی اس خواہش کو پورا نہیں کر سکتے۔ اسے سن کر نہایت افسوس سے امریکن قونصل جنرل نے کہا۔ ہاں ہمیں بھی اس بات کا بہت افسوس ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ گو احمدیہ جماعت کا اکثر حصہ قادیان کو چھوڑنے پر مجبور ہوئی ہے۔ اور اب صرف چند سو احمدی قادیان میں رہ گئے ہیں۔ لیکن قادیان پہلے سے بھی زیادہ دنیا کی توجہ کا مرکز بن گیا ہے۔ اور اس کی وجہ وہی قربانی اور شاندار نمونہ ہے۔ جو قادیان کے احمدیوں نے پیش کیا۔

آپ لوگ اس قربانی کی مثال کو زندہ کرنیوالے ہیں اور اس وجہ سے اس معاملہ میں سب سے زیادہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ لیکن صرف کسی چیز کو زندہ رکھنا کافی نہیں ہوا کرتا۔ اس چیز کو زیادہ سے زیادہ پھیلانا اصل کام ہوتا ہے۔ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نور آسمانی کو اپنے دل میں زندہ رکھتے جو آسمان سے اس وقت نازل ہوا تھا تو یہ بھی ایک بہت بڑا کام ہوتا۔ لیکن اتنا بڑا کام نہیں جو اس صورت میں ہوا۔ کہ آپ نے اُس نور کو دل ہی میں زندہ نہیں رکھا۔ بلکہ ہزاروں لاکھوں اور کروڑوں دیگر انسانوں کے دلوں میں بھی بھر دیا۔

پس اے میرے عزیزو۔ آپ کی زندگی کا پہلا دور

ختم ہوتا ہے۔ اور نیا دور شروع کرنے کا وقت آگیا پہلے دور کی مثال ایسی تھی۔ جیسے ۔۔۔ ایک لیمپ روشن کیا جاتا ہے تاکہ وہ قریب آنے والے جہاز کو ہوشیار کرتا ہے۔ اور تباہی سے بچائے لیکن نئے دور کی مثال اس سورج کی سی ہے۔ جس کے گرد دنیا گھومتی ہے۔ اور جو ساری دنیا کو روشن کر دیتا ہے بے شک آپ کی تعداد قادیان میں تین سو تیرہ ہے۔ لیکن آپ اسباب کو نہیں بھولے ہونگے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قادیان میں خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے کام کو شروع فرمایا تھا تو اس وقت قادیان میں احمدیوں کی تعداد صرف دو تین تھی۔ تین سو تیرہ آدمی یقیناً تین سے زیادہ ہوتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کے وقت قادیان کی آبادی گیارہ سو تھی۔ گیارہ سو اور تین سو کی نسبت $\frac{1}{366}$ کی ہوتی ہے۔ اگر اس قادیان کی آبادی بارہ ہزار بھی جائے۔ تو موجودہ احمدی آبادی کی نسبت باقی قادیان کے لوگوں سے $\frac{1}{26}$ ہوتی ہے۔ گویا جس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کام شروع کیا۔ اس وقت قادیان سے باہر کوئی احمدی جماعت نہیں تھی۔ لیکن اب ہندوستان میں بیسیوں جگہ پر احمدیہ جماعتیں قائم ہیں۔ ان جماعتوں کو بیدار کرنا منظم کرنا ایک نئے عزم کے ساتھ کھڑا کرنا اور اس ارادے کے ساتھ ان کی طاقتوں کو جمع کرنا۔ کہ وہ اسلام اور احمدیت کی تبلیغ کو ہندوستان کے چاروں گوشوں میں پھیلا دیں۔ یہ آپ لوگوں کا ہی کام ہے ہو سکتے ہیں۔ کہ قادیان احمدیوں کا مرکز ہے۔ اب یہ آپ لوگوں کا فرض ہے کہ مرکز کی حیثیت سے دنیا کے سامنے پیش کریں۔ مرکز چند مجاوروں کے جمع ہو کر بیٹھ جانے کا ارادہ کر کے کھڑا ہو۔ مرکز کا نام قرآن کریم نے ماں رکھا ہے۔ اور ماں ہی ہوتا ہے۔ جو اپنا خون پلا کر بچوں کو پالتی بڑا کرتی اور جوان کرتی ہے۔ پس قادیان مرکز اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی چھاتیوں کا دودھ تمام طالبان صداقت کو پیش کرے ان کو پالے اور ان کی پرورش کرے اور ان کو بڑا کر پڑھائے۔ پس آپ لوگ اب اپنی نئی ذمہ داریوں کو

قادیان میں درویشوں کی رہائش گاہ

از مکرم مرزا برکت علی صاحب آف آبادان (ایران)

قادیان میں تقسیم ملک سے پہلے کم و بیش پندرہ محلہ جات تھے جن میں سے سوائے چند پرانے محلہ جات کے سب خالص احمدی آبادی پر مشتمل تھے ۱۹۴۷ء میں جب "داغ ہجرت" لگا تو خدائی تقدیر کے ماتحت "الدار" مسیح موعود علیہ السلام اور اس کے قرب و جوار میں احمدی آبادی بدستور قائم رہی اور خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ کہ انی احافظ کل من فی الدار پوری شان سے اس انقلاب میں پورا ہوا۔

اس وقت درویشان قادیان اسی حصہ میں فروکش ہیں۔ جو بوجہ مذہبی اور روحانی تقدیس کے سرکار نے ہمارے قبضہ میں دیا ہوا ہے۔ اس حلقہ کا محل وقوع جیسا کہ نقشہ کی موٹی لائن سے ظاہر ہے مندرجہ ذیل ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے حصہ میں غیر مسلم آبادی ہے جن میں سے اکثر پناہ گزین ہیں۔

شمالی جانب:۔ بہشتی مقبرہ و محلہ ناصر آباد۔

مشرقی جانب:۔ مکانات نیک محمد خاں افغان و جناب مولوی عبد المغنی صاحب و امتیاز علی صاحب اور ڈھاب کا حصہ۔

مغربی جانب:۔ مسجد محلہ فضل و ڈسٹرکٹ بورڈ بطرف ایل کلاں و مکان مولوی عبد الحق صاحب بدو ملہوی و مسجد اقصیٰ۔

جنوبی جانب:۔ بلڈنگ دفاتر مرکزیہ۔ مکان حضرت سیدنا ناصر شاہ صاحب دفتر تحریک جدید مکان بدو خاں صاحب مرحوم افغان مکان حضرت بھائی عبد الرحمٰن خاں صاحب و جلسہ گاہ مستورات۔

تفصیلی نقشہ میں یہ قادیان کے دوسرے محلہ جات بھی دکھائے گئے ہیں۔ دوسرے صفحہ پر پیش ہے۔ نشان کردہ نمبروں کی تفصیل ذیل میں

(۱) چار دیواری مزار مبارک (بہشتی مقبرہ)
(۲) مکان حضرت ام المومنین رضؓ (بہشتی مقبرہ)
(۳) نشان مکان خام جہاں زلزلہ ۱۹۰۵ء میں حضرت خلیفہ اول رضؓ اور حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ کا قیام رہا۔
(۴) شہ نشین۔
(۵) سنگتروں کا کھیتہ۔
(۶) چور کے پکڑے جانے والا درخت۔
(۷) حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور صحابہؓ کے نمازیں ادا کرنے کی جگہ (۱۹۰۵ء)
(۸) خیمہ گاہ حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ
(۹) خیمہ گاہ طلباء بورڈنگ تعلیم الاسلام سکول (۱۹۰۵ء)
(۱۰) حد فاصل درمیان ہر دو حصہ جات باغ
(۱۱) حصہ باغ جہاں جنازہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پڑھا گیا۔ اور بیعت خلافت اولیٰ ہوئی۔
(۱۲) مسجد محلہ ناصر آباد۔
(۱۴) مہمانخانہ و لنگر خانہ
(۱۵) بورڈنگ مدرسہ احمدیہ
(۱۶) مسجد محلہ فضل۔
(۱۷) مکانات حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب
(۱۸) مسجد مبارک
(۱۹) مکان حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ
(۲۰) مکانات حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ
(۲۱) مکان حضرت مولوی سرور شاہ صاحب
(۲۲) زنانہ جلسہ گاہ
(۲۳) کوٹھی سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب بالقابہ
(۲۴) کوٹھی دار الحمد (سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز)
(۲۵) اراضی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب
(۲۶) "النصرۃ" (کوٹھی مکرم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب سلمہ اللہ)
(۲۷) مکان حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی۔
(۲۸) قصر خلافت۔
(۲۹) مسجد اقصیٰ۔
(۳۰) منارۃ المسیح
(۳۱) چاہ چوک ہندو بازار۔
(۳۲) ڈسٹرکٹ بورڈ پرائمری سکول۔
(۳۳) مکان حضرت مولوی شیر علی صاحب رضؓ۔
(۳۴) مکان حضرت ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب رضؓ۔
(۳۵) مکان خاکسار مرزا برکت علی آف آبادان۔
(۳۶) شفاخانہ نور۔
(۳۷) جامعہ نصرت گرلز سکول
(۳۸) بورڈنگ تعلیم الاسلام ہائی سکول۔
(۳۹) مسجد نور۔
(۴۰) کوٹھی حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب سلمہ اللہ)
(۴۱) تعلیم الاسلام کالج۔
(۴۲) جامعہ احمدیہ
(۴۳) مقام جہاں حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ کا جنازہ پڑھا گیا۔
(۴۴) کوٹھی دار السلام

موجودہ زمانہ کا اوتار

از جناب عباد اللہ صاحب گیانی مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ

دنیا کے تمام مختلف مذاہب ہزار ہا باہمی اختلافات کے باوجود اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ ابتدائے آفرینش سے ہی خدا تعالےٰ کی طرف سے وقتاً فوقتاً ایسے لوگ مبعوث ہوتے رہے ہیں۔ جو اپنے رب سے وحی اور الہام پاکر دنیا کے لوگوں کی اصلاح کرتے رہے ہیں۔ اور انہیں صراط مستقیم بتاتے رہے ہیں۔ چنانچہ مشہور سکھ مؤرخ گیانی گیان سنگھ صاحب فرماتے ہیں کہ:۔

"یہ ثابت ہے کہ خداوند کریم وقتاً فوقتاً ہر قوم و ہر ملک میں انقلاب زمانہ کے بموجب قوانین قدرت کو ترقی دینے کے لئے کوئی نہ کوئی جاتا بزرگ انسان پیدا کرتا رہا ہے۔ اور وہ ہر ایک قدرتی طاقت سے بہرہ ور ہوتا ہے ۔۔۔۔۔۔ ہندوستان میں ایسے شخص کو عموماً اوتار کے نام سے پکارتے ہیں۔ اور غیر ملکوں میں رسول پیغمبر۔ ہیتو اوغیرہ کہتے ہیں۔"

(تواریخ گورو خالصہ اردو صفحہ)

قرآن مجید میں ایسے مقدس وجودوں کے مبعوث ہونے کا زمانہ لوگوں کی اکثریت کا صراط مستقیم سے بھٹک کر گمراہی میں مبتلا ہو جانا بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ مرقوم ہے کہ:۔

ولقد ضل قبلهم اکثر الاولین ٥ ولقد ارسلنا فیهم منذرین ٥

یعنی جب دنیا کے لوگوں کی اکثریت گمراہی میں مبتلا ہو جاتی رہی۔ خدا تعالےٰ کی طرف سے ڈرانے والے مبعوث ہوتے رہے۔

ہندوؤں کی مقدس کتاب گیتا میں اسی اصل کو مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:۔

بیدا بیدا ہی دھرمسیہ گلانر بھوتی بھارت
ابھیت تھانم ادھرمسیہ تداتمانم سرجامیہم
(گیتا ادھیائے ۴ شلوک ۷)

یعنی:۔

چوں بنیاد دیں سست گردد سے
نمائم خود را بشکل کسے

مشہور ہندی شاعر گوسوامی تلسی داس نے اس اصل کو مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:۔

جب جب ہوئے دھرم کی ہانی
باڑھیں اسر ادھرم ابھمانی
۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔
تب تب پربھو دھر و ودھ سریرا
ہرہیں کرپا ندھ سجن پیرا
(تلسی راماین بال کانڈ)

سکھ دھرم کی مقدس کتاب دسم گرنتھ میں مرقوم ہے:۔

جب جب ہوت اشٹ اپارا
تب تب دیہہ دھرت اتارا
(دسم گرنتھ صفحہ ۱۴۲)

نیز گورو گرنتھ صاحب میں مرقوم ہے:۔

ہر جگ جگ بھگت اپایا
پیچ رکھدا آیا رام راجے
(محلہ ۴ صفحہ ۴۵۱)

یعنی اللہ تعالےٰ کی یہ سنت قدیمہ ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً اپنے خاص لوگ دنیا میں بھیجتا رہتا ہے۔ پھر ان کی صداقت کو قائم کرتا رہتا ہے۔

ہمارا موجودہ زمانہ ایک ایسا زمانہ ہے۔ جبکہ دنیا کی مختلف قومیں ایک مصلح ربانی کی منتظر ہیں۔ اور ہر قوم نے اپنی اپنی مذہبی اصطلاحوں کے پیش نظر اس کے نام بھی تجویز کئے ہوئے۔ کسی قوم کے نزدیک جناب مسیحؑ دنیا کی اصلاح کے لئے تشریف لانے والے ہیں۔ اور کوئی قوم کرشن اوتار کے ظہور کی قائل ہے۔ اور کئی لوگ ایسے بھی ہیں۔ جو مہدی کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک اب دنیا کی اصلاح حضرت مہدی کے وجود سے وابستہ ہے جو کسی پہاڑ کی ایک غار میں ہے۔

ظاہر ہے کہ اگر دنیا کے لوگوں کے مختلف خیالات کی بنیاد پر مختلف مصلح ربانی دنیا میں ظاہر ہو جائیں اور وہ وہی کام کریں جو لوگوں نے خود ہی ان کے لئے تجویز کر رکھا یا سمجھ رکھے ہیں۔ تو اس طرح دنیا کی اصلاح نہ ہوگی۔ بلکہ بہت سے نئے فتنوں کا دروازہ کھل جائے گا۔ کیونکہ اس طرح ایک مصلح لوگوں کو صلیب کی دعوت دے کر گرجے کی طرف بلائے گا۔ اور کفارہ اور تثلیث پر ایمان لانا موجب نجات قرار دے گا۔ تو دوسرا صلیبوں کا توڑنا ضروری اور کار ثواب سمجھے گا۔ اور کفارہ اور تثلیث کا رد کر کے لوگوں کو مساجد کی طرف آنے کی دعوت دے گا۔ ادھر تیسرا لوگوں کو مندروں میں جمع ہونے اور ہون اور یگ کرنے کی منادی کرتا ہوگا۔ اور چوتھا گوردواروں میں اکھنڈ پاٹھ کرنے اور کڑاہ پرشاد بانٹنے کی تلقین کرے گا۔ اس طرح ایک لامتناہی کش مکش کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ اس صورت میں عقل سلیم یہی تسلیم کرے گی۔ کہ دنیا کا مصلح ایک ہی ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اگر آنے والے اوتار نے ہمارے مختلف خیالوں، عقیدوں اور رسموں کی ترجمانی کے لئے ہی آنا ہے۔ تو اس طرح اس کا آنا بے سود ہوگا۔ کیونکہ ان پر تو ہم پہلے سے ہی قائم ہیں۔ اور اوتار یا مصلح ربانی ہمیشہ اس مقصد کے لئے آتے رہے ہیں کہ وہ لوگوں کو صحیح راستہ بتائیں۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان کے زمانہ کے لوگوں نے ہمیشہ ان کی تعلیمات کو اپنی منشاء اور عقائد کے خلاف سمجھا اور اسی وجہ سے ان کی تکذیب کی۔ پس یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ دنیا کا مصلح صرف ایک ہی ہوگا۔ اور وہ ہماری خواہشات کے مطابق نہیں۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کی منشاء کے مطابق تعلیم دے گا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مصلح کو مہدی اور مسیح کے دو ناموں سے یاد کرنے کے ساتھ ہی اسباب کو بھی بالصراحت بیان فرما دیا ہے کہ وہ ایک ہی شخص ہوگا۔ جو مہدی اور مسیح کے القاب کا حامل ہوگا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حدیث کی مشہور کتاب ابن ماجہ میں حضور کا یہ ارشاد موجود ہے۔

لا المهدی الا عیسیٰ

یعنی مہدی اور مسیح دو وجود نہیں ہوں گے بلکہ ایک ہی شخصیت کے دو نام ہوں گے۔

ایک مسلمان بزرگ حضرت نعمت اللہ ولی نے اپنے مشہور و معروف قصیدہ میں فرمایا ہے

مہدیٔ وقت و عیسیٔ دوراں
ہر دو را شہسوار مے بینم

یعنی مہدی اور مسیح ایک ہی وجود ہوگا۔

اب ہندو ودوان بھی اس حقیقت کو تسلیم کر رہے ہیں۔ کہ آنے والا مصلح ربانی ایک ہی ہوگا۔ جو مختلف ناموں سے پکارا جائے گا۔ چنانچہ ہندوؤں کے مشہور و معروف اخبار ویر بھارت نے ایک مرتبہ شائع کیا تھا:۔

نہکلنک اوتار آ۔ آ۔ اے امام دو جہاں
منتظر ہیں ہم کہ اب ہوتا ہے کب تیرا ظہور
تو مسلمانوں کا مہدی تو نصاریٰ کا مسیح
تو مشرکان پستی تو شہنشاہ طیور
(ویر بھارت کرشن نمبر اگست ۱۹۳۶ء)

ایک اور ہندو ودوان نے اس مسئلہ پر مندرجہ ذیل الفاظ میں روشنی ڈالی ہے:۔

"سنسار کی ساری دھرم پستکوں میں لکھا ہے کہ اب ایک کسی ایسی ہستی کا پرادربھاؤ ہونے والا ہے۔ اس کے آنے سے سارے کشٹ دور ہو جائیں گے۔ ہندو کہتے ہیں کہ پورن برہم نہکلنک اوتار دھارن کریں گے۔ مسلمانوں کا وشواس ہے کہ امام مہدی کا پرادربھاؤ ہوگا۔ سکھوں کا وشواس ہے کہ کلکی اوتار ہوگا۔ اور عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ الیشور سے ایک ہو کر پد دھاریں گے۔ پرنتو اب جاننا سنشیش ہے کہ یہ ساری ہستیاں پرتھک پرتھک ہوں گی یا ایک ہی۔ اس کا اتر یہ ہے کہ نہیں یہ ایک ہی ہوگی۔ ہندو اسے اپنی درشٹی سے دیکھیں گے۔ مسلمان اپنی سے۔ سکھ یا عیسائی اپنی اپنی درشٹی سے دیکھیں گے۔ گویا ہر ایک کی اپنی اپنی درشٹی ہوگی۔ ان کو کوئی برا یا خیال نہ کرے گا۔"

(ونشالنست یگ ہندی الہ آباد ستمبر ۱۹۴۱ء)

سردار بہادر کاہن سنگھ صاحب نابھہ نے امام مہدی سے متعلق لکھا ہے کہ:۔

"یہ آخری امام ہندوؤں کے کلکی اوتار کے برابر ہوگا۔"

(ترجمہ از انسائیکلو پیڈیا آف دی سکھ لٹریچر صفحہ ۲۷۹۳)

ان حوالہ جات سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ غیر مسلم ودوان بھی اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ آنے والا مصلح ربانی ایک ہی ہوگا۔ جو ہندوؤں کے لئے کرشن اوتار۔ عیسائیوں کے لئے مسیح اور مسلمانوں کے لئے مہدی ہوگا۔

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم احمدیوں کے نزدیک اس زمانہ کے مصلح ربانی ہیں اور خدا تعالےٰ نے آپ کو اس زمانہ کی اصلاح کے لئے مبعوث کیا ہے اور آپ کو مسلمانوں کے لئے مہدی عیسائیوں کے لئے مسیح اور ہندوؤں کے لئے کرشن اوتار قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضور کا ہی ارشاد ہے:۔

ابن مریم ہوں مگر اترا نہیں میں چرخ سے
نیز مہدی ہوں مگر بے تیغ اور بے کارزار
(درثمین اردو)

ایک اور مقام پر حضور فرماتے ہیں:۔

"میرا اس زمانہ میں خدا تعالےٰ کی طرف سے آنا محض مسلمانوں۔ اور ہندوؤں اور عیسائیوں تینوں قوموں کی اصلاح منظور ہے۔ اور جیسا کہ خدا نے مجھے مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود کر کے بھیجا ہے۔ ایسا ہی میں ہندوؤں کے لئے بطور اوتار کے ہوں۔ اور میں عرصہ بیس برس سے یا کچھ زیادہ برسوں سے اس بات کی شہرت دے رہا ہوں کہ میں ان گناہوں کے دور کرنے کے لئے جن سے زمین پر ہو گئی ہے۔ جیسا کہ مسیح ابن مریم کے رنگ میں ہوں۔ ایسا ہی راجہ

کرشن کے رنگ میں بھی ہوں۔ جو مذہب کے تمام اوتاروں میں سے ایک بڑا اوتار تھا۔ یا یوں کہنا چاہیئے کہ روحانی حقیقت کی رو سے میں وہی ہوں۔ یہ میرے خیال اور قیاس سے نہیں ہے۔ بلکہ وہ خدا جو زمین و آسمان کا خدا ہے۔ اس نے یہ میرے پر ظاہر کیا ہے اور نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ مجھے بتلایا ہے کہ تو ہندوؤں کے لئے کرشن اور مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود ہے"

(لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۳)

بعض حقیقت سے ناواقف لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ حضور نے خود کو کرشن قرار دے کر کرشن کی توہین کی ہے۔ حالانکہ یہ بات سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔ کیونکہ اول تو یہ بات قابل غور ہے کہ حضور نے اپنے آپ کو خود ہی کرشن قرار نہیں دیا۔ بلکہ یہ فرمایا ہے کہ مجھے خدا تعالیٰ نے کئی بار کہا ہے کہ تو ہندوؤں کے لئے کرشن ہے۔ دوسرے یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر حضور کا خود کو خدا کے ارشاد کی تعمیل میں کرشن قرار دینا کرشن کی توہین کے مترادف ہے۔ تو پھر جو بھی اوتار ظاہر ہوگا اس پر یہ الزام عائد ہوگا۔ کیونکہ ہندوؤں کے نزدیک آنے والا اوتار کرشن اوتار ہے۔ جسے نہکلنک وغیرہ ناموں سے موسوم کیا گیا ہے اور اسے نہ مہدی اور مسیح بھی ظاہر کیا گیا ہے چنانچہ اسی سلسلہ میں ہم ہندو ودوانوں کی بعض تحریریں پیش کر چکے ہیں تیسرے یہ بات بھی قابل غور ہے کہ خود کرشن جی نے گیتا میں اپنے آپ کو پرہلاد (ملاحظہ ہو گیتا ادھیائے ۱۰ اشلوک ۳۰) وغیرہ قرار دیا ہے۔ پس اگر کسی شخصیت کا خود کو خدا کے ارشاد کی بناء پر اپنے سے پہلے کسی نیک بندے یا بزرگ کا مثیل قرار دینا اس کی توہین کا مترادف ہے۔ تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ سری کرشن جی نے خود کو پرہلاد۔ رام اور واسدیو وغیرہ قرار دے کر ان ہندو بزرگوں کی توہین کی ہے۔ اس کے علاوہ گورو گرنتھ صاحب اور جنم ساکھی بھائی بالا وغیرہ سے اس امر پر روشنی پڑتی ہے کہ جناب بابا نانک صاحب کو بغیر ان کے کسی دعویٰ کے کرشن اوتار بیان کیا گیا ہے۔ (ملاحظہ ہو گورو گرنتھ صاحب صفحہ ۱۳۹۰ و جنم ساکھی بھائی بالا والی صفحہ ۲۰ و خالصہ سماچار ترجمہ چوتھا کانڈ صفحہ ۵ وغیرہ) اور دسم گرنتھ میں مرقوم ہے:۔

ایک شو بھئے ایک گئے پھیر ایک بھئے
رام چندر کرشن اوتار بھی انیک ہیں
(دسم گرنتھ صفحہ ۱۰)

نیز گوسوامی تلسی داس فرماتے ہیں:۔
نانا بھانت رام اوتارا
رامائن شت کوٹی اپارا
(تلسی رامائن بال کانڈ)

پس جب رام چندر اور کرشن کے اوتار (مثیل) بے شمار ہوئے ہیں۔ تو اس صورت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا خود کو کرشن کا مثیل قرار دینا کسی توہین کا مترادف کیونکر ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوؤں میں ایسے ودوان بھی موجود ہیں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کرشن ہونے کے دعوے سے متعلق بیان کرتے ہیں کہ:۔

"مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے میں بھگوان کرشن کے آویش کا دعویٰ کیا تھا اس سے کم از کم اتنا تو ثبوت ملتا ہے کہ مرزا صاحب مرحوم بھی بھگوان کرشن کی تقدیس اور عظمت کے قائل تھے"

(سوراجیہ دہلی ۲۵ راگست ۱۹۴۳ء)

الغرض یہ ایک حقیقت ہے کہ حضور کا کرشن ثانی یا مسیح موعودؑ ہونے کا دعویٰ کرشن یا مسیح کی توہین کے مترادف نہیں بلکہ ان کی عزت اور عظمت کو قائم کرنے کے لئے ہے۔ چنانچہ حضور نے خود ہی ایک مقام پر فرمایا ہے:۔

"جس حالت میں مجھے دعوے ہے کہ میں مسیح موعود ہوں اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے مجھے مشابہت ہے کہ ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ میں اگر نعوذ باللہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو برا کہتا ہوں تو اپنی مشابہت ان سے کیوں بتلاتا ہوں کیونکہ اس سے تو خود میرا برا ہونا لازم آتا ہے"

(اشتہار ۲۷ر دسمبر ۱۸۹۸ء)

پس جب حضور مسیح موعود ہو کر حضرت مسیح ناصری کی توہین نہیں کر سکتے۔ تو حضور کا کرشن ثانی ہونا بھی کرشن اول کی توہین کے مترادف قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کرشن اول کے متعلق حضور کا واضح ارشاد ہے کہ:۔

"راجہ کرشن جیسا کہ میرے پر ظاہر کیا گیا ہے درحقیقت ایک ایسا کامل انسان تھا جس کی نظیر ہندوؤں کے کسی رشی اوتار میں نہیں پائی جاتی۔ اور اپنے وقت کا اوتار یعنی نبی تھا جس پر خدا کی طرف سے روح القدس اترتا تھا۔ وہ خدا کی طرف سے فتح مند اور با اقبال تھا جس نے آریہ ورت کی زمین کو پاپ سے صاف کیا وہ اپنے زمانہ کا درحقیقت نبی تھا جس کی تعلیم کو پیچھے سے بہت بگاڑ دیا گیا وہ خدا کی محبت سے پُر تھا۔ اور نیکی سے دوستی اور شر سے دشمنی رکھتا تھا"

(لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۳)

حضور کی اس پاکیزہ تعلیم کی بناء پر آج مشرق و مغرب۔ جنوب اور شمال میں پھیلے ہوئے احمدی مسلمان جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کرشن ثانی تسلیم کرتے ہیں۔ وہاں کرشن اول کو بھی خدا کا مقدس نبی اور اپنے زمانہ کا مصلح ربانی یقین کرتے ہیں۔ آج پاکستان میں احراری ملاں احمدیوں کی مخالفت ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ اور بے بنیاد اور غلط باتیں احمدیت کی طرف منسوب کرنا تبلیغ اسلام سمجھ رہے ہیں۔ ان فتنہ پرداز ملاؤں کے نزدیک ہمارا یہ بھی ایک جرم ہے کہ ہم سری کرشن کو خدا کا مقدس نبی تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ پچھلے دنوں احراریوں کے ہم نوا اخبار زمیندار نے شائع کیا تھا کہ:۔

"اہل اسلام کے نزدیک تو سرور عالم محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو رام چندر اور کرشن اور راجندر کے ساتھ ذکر کرنا سراسر گستاخی اور گمراہی ہے البتہ مرزا غلام احمد کو کرشن اور رامچندر کے ساتھ ذکر کرنا نہایت مناسب ہے۔ یہ سب آئمۃ الکفر اور کافروں کے پیشوا تھے"

(روزنامہ زمیندار ۲۷ر جولائی ۱۹۵۲ء و مذہبی انسائیکلوپیڈیا صفحہ ۱۲۳)

احمدی مسلمان قرآن شریف کی مقدس تعلیم کی بناء پر نہ صرف کرشن اور رام چندر کا ہی احترام کرتے ہیں۔ بلکہ تمام دنیا کے راستبازوں کی عزت کرتے ہیں۔ اور انہیں اپنے بزرگ تصور کرتے ہیں ایک سکھ ودوان سردار پیارا سنگھ بھوگل بیان کرتے ہیں۔

"احمدی فرقہ میں وہ مسلمان ہیں۔ جن کا مرکز قادیان (مشرقی پنجاب) ہے۔ یہ مسلمان جہاں حضرت محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) اور قرآن شریف کی تعلیم کو مانتے ہیں۔ وہاں دوسرے مذہبوں اور فرقوں کے لوگوں کو بھی خدا کا ہی روپ تصور کرتے ہیں۔ اور ان کی مذہبی پیشواؤں کا احترام کرتے ہیں۔ ان میں گورو نانک صاحب اور گورو گرنتھ صاحب کا بھی احترام کیا جاتا ہے"

(ترجمہ از اخبار قومی سندیش ۱۲ر اگست ۱۹۵۲ء)

پس یہ ایک حقیقت ہے کہ یہاں حضرت بانی سلسلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام دنیا کی مختلف قوموں کے لئے مصلح ربانی ہونے کا دعویٰ فرمایا وہاں ان کی صداقتوں اور حقیقتوں کو ہر ایک احمدی مسلمان کے لئے ماننا ضروری قرار دے کر ان سب سے اپنا تعلق بھی قائم کیا۔ اسی روحانی تعلق کی بناء پر آج احمدی مبلغین اکناف عالم میں یہ اعلان کر رہے ہیں۔ کہ اے مختلف قوموں اور فرقوں میں بٹے ہوئے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم سب کو ایک جھنڈے تلے جمع کرنے کے لئے مسیح محمدی کو دنیا میں بھیجا ہے۔ آؤ ہم تمام دنیا کی مختلف قوموں کے رسولوں۔ نبیوں اور اوتاروں کو راستباز اور خدا کے مقدس بندے تسلیم کر کے ایک ہو جائیں۔ ہمارا خدا بھی ایک ہے اور ہمارا مذہب بھی ایک ہو۔

احمدیت کیا ہے؟

نتیجہ فکر جناب حکیم خلیل احمد صاحب ناظر تعلیم و تربیت قادیان

مرضیٔ یار پہ سو جاں سے فدا ہو جانا
بعد کو جینا مگر پہلے فنا ہو جانا

مذہبِ عشق میں کہتے ہیں جسے احمدیت
ہمہ تن بندۂ تسلیم و رضا ہو جانا

تیغ و خنجر کی نہ نیزوں کی ہے اسکو حاجت
خود کماں ہونا تو خود تیر دعا ہو جانا

کھیلنا موجوں سے طوفاں پہ تبسم کرنا
پھنسنا گرداب میں خود ناخدا ہو جانا

ڈوبنا سیکھنا کشتی کو پرے کر دینا
قعر میں جانا دُرِ آبِ بقا ہو جانا

بحرِ تبلیغ میں ہی زندگی اسکی ہے رواں
اس کا مرجانا ہے ساحل سے لگا ہو جانا

اسکی فطرت میں ہے مخلوقِ خدا کی خدمت!
حرزِ جان بچوں کا پیروں کا عصا ہو جانا

کور چشموں کے لئے کُحل جواہر بنکر!
دینا بینائی اُنہیں نور نما ہو جانا

اور شبِ تار میں گمراہ مسافر کے لئے
راہ دکھلاتے ہوئے شمع ہدیٰ ہو جانا

گر بخارات بھی دل سے تو یہ مقصد لے کر
پیاسی دنیا کے لئے ابرِ سخا ہو جانا

سر دسار ہنا کھڑے اطاعت جاناں میں کبھی
شاخ مثمر کی طرح گاہ دوتا ہو جانا

دیکھو اعجازِ غلامانِ مسیحائے زماں
بنکے بیمار خود آزار کی دوا ہو جانا

اختصار آ ہے یہی فلسفۂ احمدیت
یعنی حق ماننا ناحق سے جدا ہو جانا

پوچھتا میں بھی ہوں اک بات یہ اہل دل سے
کیا انہیں باتوں پہ جائز ہے خفا ہو جانا

آتش افروختہ رہتے ہیں کیوں احباب مرے
کیوں سمجھ رکھا ہے خوں میرا روا ہو جانا

گو وہ اس آگ میں گلزار بنا تو بھی خلیل
چاہتا تو ہے جو محبوب خدا ہو جانا

حقیقی اسلام

از مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی فاضل مبلغ سلسلہ احمدیہ

اسلام ایک زندہ عالمگیر مذہب ہے اِس کی شریعت کی حفاظت کا وعدہ خود خدا تعالیٰ نے انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون کے الفاظ میں فرمایا ہے۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے آہستہ آہستہ بُعد کی وجہ سے مسلمانوں میں خرابی پیدا ہو سکتی تھی۔ اور یہ بھی ممکن تھا۔ کہ قرآن مجید کے معانی اور اُس کی تعلیم کو سمجھنے میں کسی قسم کی غلط فہمی پیدا ہو۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام کی تجدید اور قرآن مجید کی معنوی حفاظت کے لئے مجددین مبعوث فرمانے کا وعدہ فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

ان اللّٰہ یبعث لھٰذہ الامۃ علیٰ رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ (ابو داؤد) کہ اللہ تعالیٰ اس امت میں ہر صدی کے سر پر مجدد مبعوث فرماتا رہے گا۔ جو دینِ اسلام کو از سرِ نو زندہ کرے۔ اور علوم قرآنیہ کی اشاعت کر کے اسلام کا روشن چہرہ دنیا کے سامنے پیش کرے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق ہر صدی کے سر پر مجدد مبعوث فرماتا رہا۔ اور یہ امر اسلام کی سچائی اور اُس کے زندہ مذہب ہونے کا ایک بہت بڑا ثبوت ہے۔

احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسلام کی ترقی و شوکت کے بعد اُس پر ایک تنزل و ادبار کا زمانہ بھی آئے گا۔ اور مسلمانوں کی عملی حالت نہایت خراب و خستہ ہو جائے گی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

"یأتی علی الناس زمان لا یبقی من الاسلام الا اسمہٗ ولا یبقی من القرآن الا رسمہٗ مساجدھم عامرۃ وھی خراب من الھدیٰ علماءھم شر من تحت ادیم السماء ... امتی علیٰ ثلث و سبعون ملۃ" (مشکوٰۃ)

کہ مسلمانوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا۔ کہ اسلام کا فقط نام باقی رہ جائے گا۔ اور قرآن مجید کے صرف نقوش ہوں گے (مسلمانوں کا اس پر عمل نہ ہوگا) مساجد بظاہر آباد ہوں گی۔ مگر حقیقت میں ویران اور ہدایت سے خالی ہوں گی۔ اور اُس زمانہ کے علماء تمام مخلوق سے بُرے ہوں گے۔ اور میری امت ۷۳ فرقوں میں منقسم ہو جائے گی۔

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں امت مسلمہ میں اس عظیم الشان خرابی کے ظہور کی خبر دی ہے۔ وہاں ان خرابیوں اور مفاسد کی اصلاح اور اسلام کے دوبارہ احیاء و ترقی کی بھی بشارت دی ہے۔ اور ایک مہدی و مسیح کے ظاہر ہونے کی ان الفاظ میں پیشگوئی فرمائی ہے۔

"یوشک من عاش منکم ان یلقی عیسیٰ ابن مریم اماماً مھدیاً حکماً عدلاً" (مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۴۱۱)

قریب ہے کہ تم میں سے جو زندہ رہے۔ وہ عیسیٰ ابن مریم کو دیکھے جو امام مہدی ہوں گے اور حَکَم و عدل ہوں گے۔ نیز ایک دوسری حدیث میں "لا المھدی الا عیسیٰ" (ابن ماجہ) فرمایا کہ وہ آنے والا شخص ایک ہی ہوگا۔ وہی مہدی ہوگا اور وہی مسیح ہوگا۔ دو علیحدہ علیحدہ شخصیتیں نہیں ہوں گی۔ اور یہ امر حق پر مبنی ہے کیونکہ قرآن مجید اور احادیث سے یہ بات روزِ روشن کی طرح ثابت ہو چکی ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سنت انبیاء کے مطابق وفات پا چکے ہیں۔ اس لئے اُن کے دوبارہ دنیا میں آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے اس امر کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امت سے ہی ایک مہدی کو مبعوث فرمائے گا۔ جو عیسوی صفات اپنے اندر رکھنے کی وجہ سے عیسیٰ بھی کہلائے گا اور اس وجود کے ذریعہ دینِ اسلام کا غلبہ دیگر مذاہب پر ظاہر ہوگا۔

احادیث سے یہ امر بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس مہدی اور مسیح کے ظہور کا زمانہ چودھویں صدی ہے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خاں صاحب آف بھوپال بھی اپنی کتاب "حجج الکرامہ" میں مسیح و مہدی کے زمانہ کی علامات اور اُن کے ظہور کی احادیث کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"بر سر مائۃ چہاردہم کہ دہ سال کامل آں باقی است۔ اگر ظہور مہدی علیہ السلام و نزول عیسیٰ صورت گرفت۔ پس ایشاں مجدد و مجتہد باشند۔"

(حجج الکرامہ صفحہ ۱۳۹)

کہ چودھویں صدی کے سر پر جس پر ابھی پورے دس سال باقی رہتے ہیں۔ اگر مہدی و مسیح ظاہر ہوگئے تو وہ چودھویں صدی کے مجدد ہوں گے۔

اسی طرح نواب صاحب موصوف اپنی کتاب "اقتراب الساعۃ" صفحہ ۲۲۱ پر فرماتے ہیں:۔

"اس حساب سے ظہور مہدی علیہ السلام کا تیرھویں صدی میں ہونا چاہیئے تھا۔ مگر یہ صدی پوری گزر گئی تو مہدی نہ آئے۔ اب چودھویں صدی ہمارے سر پر آئی ہے۔ اس صدی سے اس کتاب کے لکھنے تک چھ ماہ گذر چکے ہیں۔ شائد اللہ تعالیٰ اپنا فضل و عدل و رحم و کرم فرمائے۔ چار چھ سال کے اندر مہدی ظاہر ہو جائیں۔"

پس متذکرہ بالا بیان سے یہ امر ثابت ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق اس اُمت میں سے ایک شخص نے مہدی اور مسیح ہو کر دینِ اسلام کی تجدید کرنی ہے۔ اور اس کے ظہور کا زمانہ چودھویں صدی ہے۔ اور اسی لئے تو اس چودھویں صدی پر دنیا کے تمام آنکھیں مہدی و مسیح کے لئے چشم براہ تھے اور ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ ان مسلمانوں کے اعتقاد کے مطابق اب تک جبکہ صدی میں سے ۷۱ برس گذر چکے ہیں۔ نہ کوئی مسیح آسمان سے نازل ہوا اور نہ ہی کوئی مہدی زمین سے ظاہر ہوا ہے۔ اور بعض نے تو انتہائی جسارت کی ہے۔ کہ بجائے اپنی جہالت اور عدم معرفت کا اقرار کرنے کے ان احادیث کو پس پشت ڈالتے ہوئے اس امت میں مہدی موعود کے ظہور سے ہی انکار کر دیا ہے۔ اور کہہ دیا ہے کہ اس امت میں کسی مہدی نے نہیں آنا۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں جو خدائے علیم و خبیر سے علم پا کر کی گئی تھیں وہ بالکل راست اور ٹھیک ہیں۔ چنانچہ پیشگوئیوں کے عین مطابق چودھویں صدی کے شروع میں وہ مسیح موعود اور مہدی معہود ظاہر ہو گئے۔ جن کا نام نامی اور اسم گرامی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام ہے۔ آپ نے اعلان فرمایا کہ:۔

(۱) "مجھے خدا کی پاک اور مطہر وحی سے اطلاع دی گئی ہے کہ میں اس کی طرف سے مسیح موعود اور مہدی معہود اور اندرونی بیرونی اختلافات کا حَکَم ہوں۔"

(اربعین نمبر ۱ صفحہ ۳)

(ب) "میں اُس خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر لکھتا ہوں۔ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ میں وہی مسیح موعود ہوں۔ جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث صحیحہ میں خبر دی ہے۔ جو صحیح بخاری اور مسلم اور دوسری کتب میں درج ہیں۔ وکفیٰ باللّٰہ شہیداً"

(اعلان ۷ / اگست ۱۸۹۹ء ملفوظات جلد اول صفحہ ۲۱۳)

جب یہ امر معلوم ہو گیا۔ کہ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کی بعثت آنحضرت صلی اللہ کی پیشگوئیوں کے مطابق امت محمدیہ کی اصلاح و ترقی اور دینِ اسلام کی تجدید و احیاء کے لئے ہے تو اس سے وہ امر خود بخود واضح ہو گیا۔ کہ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کے تابع ہیں۔ نہ کوئی آپ کا الگ مذہب ہے اور نہ ہی علیحدہ شریعت۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان بھی اسلام پر قربان ہے

عقائد کے بارہ میں مخالفین کی طرف سے پیدا کردہ غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں اور ہم ایمان لاتے ہیں۔ کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق ہیں۔ اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں۔ کہ جو کچھ اللہ جلشانہٗ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ وہ بلحاظ مذکورہ بالا بیان حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ اور اسی پر مریں۔ اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے۔ اُن سب پر ایمان لاویں اور صوم و صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالیٰ اور اُس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا۔ اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے۔ اور آسمان و زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں۔ کہ یہی ہمارا مذہب ہے۔ اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی اور الزام ہم کو لگاتا ہے۔ وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افترا کرتا ہے۔ اور قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعویٰ ہے۔ کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا۔ کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔ الا ان لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین والمفترین"

(ایام الصلح صفحہ ۸۶-۸۷)

اسی طرح آپ فرماتے ہیں:۔

ز عشاقِ فرقان و پیغمبریم
بدیں آمدیم و بدیں بگذریم

ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ۔ اور ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں۔ جس کے ساتھ ہم بفضل و توفیق باری تعالیٰ اس عالم گذران سے

کو پورا کریں گے۔ یہ ہے۔ کہ حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین و خیر المرسلین ہیں جن کے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا۔ اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہ راست کو اختیار کر کے خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔ اور ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں۔ کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے۔ اور ایک شعشہ یا نقطہ اس کے شرائع و حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہو سکتا ہے اور نہ کم ہو سکتا ہے۔ اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام منجانب اللہ نہیں ہو سکتا۔ جو احکام فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کی تبدیلی یا تغیر کر سکتا ہو۔ اگر کوئی ایسا خیال کرے۔ تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے۔ اور ہمارا اس بات پر بھی ایمان ہے۔ کہ ادنیٰ درجہ صراط مستقیم کا بھی بغیر اتباع ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہرگز انسان کو حاصل نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ راہ راست کے اعلیٰ مدارج بجز اقتداء اس امام الرسل کے حاصل ہو سکیں کوئی مرتبہ شرف وکمال کا اور کوئی مقام عزت و قرب کا بجز سچی اور کامل متابعت اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہم ہرگز حاصل نہیں کر سکتے ہمیں جو کچھ ملتا ہے ظلی اور طفیلی طور پر ملتا ہے۔"

(ازالہ اوہام جلد اول)

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی مختلف کتب میں ان عقائد کا جو اصل اسلام ہی ہیں، اظہار فرمایا ہے اور بار بار اسی امر کی صراحت فرمائی ہے۔ کہ آپ کو جو روحانی منصب اور مرتبہ ملا ہے محض شریعت اسلامیہ کی اتباع اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیض سے ملا ہے۔ اس کی تصدیق آپ پر نازل شدہ الہام الٰہی بھی کرتا ہے "کُلُّ بَرَکَۃٍ مِّنْ مُّحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم فَتَبَارَکَ مَنْ عَلَّمَ وَتَعَلَّمَ" کہ ہر قسم کی برکات جو آپ پر نازل ہوئی ہیں۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ اور فیضان کا نتیجہ ہیں۔ نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آپ کے بابرکت استاد ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کے بابرکت شاگرد ہیں۔ اسی امر کی طرف آپ ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں ؎

دگر استاد را نامے ندانم
کہ خواندم در دبستان محمدؐ

نیز فرمایا۔

"اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت نہ ہوتا اور آپ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی یہ شرف مکالمہ مخاطبہ ہرگز نہ پاتا"

(تجلیات الٰہیہ)

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سے ہیں۔ اور آپ کی شریعت اسلامی شریعت ہی ہے۔ اور آپ کے جملہ عقائد کی بنیاد قرآن مجید اور احادیث نبویہ پر ہے۔ تو پھر آپ نے اپنی جماعت الگ کیوں قائم کی۔ اور اُس کا نام "فرقہ احمدیہ" کیوں تجویز فرمایا؟

اصل بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ امت محمدیہ ۷۳ فرقوں میں منقسم ہو جائے گی۔ جن میں سے ۷۲ فرقے ناری اور جہنمی ہوں گے اور ایک فرقہ ناجی ہوگا۔ اور اس ناجی فرقہ کی علامت بیان فرمائی۔ کہ وہ ایک جماعت ہوگی اور اس کا شعار "ما انا علیہ و اصحابی" ہوگا۔ اب یہ امر لازمی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق ۷۳ فرقے ہوں گے۔ تو ان کے درمیان امتیاز کرنے کے لئے اُن کا کوئی نہ کوئی نام تجویز کرنا ہوگا۔ گو سب اپنے آپ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور شریعت اسلامیہ کی طرف منسوب کرنے والے ہوں گے۔ مگر باوجود اس اتباع کے اعلان کے وہ ناری اور جہنمی ہوں گے۔ کیونکہ وہ عملی لحاظ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریق عمل سے منحرف ہونگے مگر ان میں سے ایک فرقہ جو "جماعت" کی حیثیت رکھے گا۔ اُس کی امتیازی علامت یہ ہوگی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے طریق عمل پر گامزن ہوگا۔ آخر اس ناجی فرقہ کو دوسرے فرقوں سے ممتاز کرنے کے لئے کوئی نام تو ضرور تجویز کرنا ہوگا۔ اور نام تجویز کرنا شریعت اسلامیہ کے منشا کے مغائر نہیں ہے۔ خود اللہ تعالےٰ نے صحابہ کرام کو باوجود مسلمان ہونے کے دو امتیازی نام عطا فرمائے۔ صحابہ کرام کا ایک حصہ "مہاجرین" اور دوسرا حصہ "انصار" کہلایا۔ اور دونو نام اُن کے امتیازی کاموں کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ اور اصل کے اعتبار سے دونوں "مسلمان" ہیں۔ اسی طرح وہ ناجی فرقہ "جماعت" ہوگا۔ "جماعت" کا لفظ ہی اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ کوئی اس جماعت کا امام ہوگا۔ اور حدیث شریف میں اس امام کو "اماماً مہدیاً حکماً عدلاً" کے الفاظ سے یاد کیا گیا ہے۔ گویا "ناجی فرقہ" امام مہدی علیہ السلام کی جماعت ہوگا۔ اور باقی فرقے چونکہ اس امام سے منحرف ہوں گے اس لئے وہ جماعت کہلانے کے مستحق نہ ہوں گے۔

اب رہا یہ سوال کہ بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے اپنی جماعت کا نام فرقہ احمدیہ کیوں تجویز فرمایا ہے؟ اس کی وجہ اور حکمت خود حضور علیہ السلام سے سنئے۔

"وہ نام جو اس سلسلہ کے لئے موزون ہے۔ جس کو ہم اپنے لئے اور اپنی جماعت کے لئے پسند کرتے ہیں۔

"مسلمان فرقہ احمدیہ" ہے یہ نام اس لئے رکھا گیا ہے کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے۔ ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم، دوسرا نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور محمدؐ جلالی نام تھا۔ اور اس میں یہ مخفی پیشگوئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دشمنوں کو جو تلوار کے ساتھ سزا دیں گے جنہوں نے تلوار کے ساتھ اسلام پر حملہ کیا۔ اور صدہا مسلمانوں کو قتل کیا۔ لیکن اسم احمدؐ جمالی نام تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں آشتی اور صلح پھیلائیں گے۔ سو خدا نے ان دو ناموں کی اس طرح تقسیم کی۔ کہ اولاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ کی زندگی میں اسم احمد کا ظہور تھا۔ اور ہر طرح سے صبر اور شکیبائی کی تعلیم تھی۔ پھر مدینہ کی زندگی میں اسم محمدؐ کا ظہور ہوا۔ اور مخالفوں کی سرکوبی خدا کی حکمت اور مصلحت نے ضروری سمجھی۔ لیکن یہ پیشگوئی کی گئی تھی۔ کہ آخری زمانہ میں پھر اسم "احمد" ظہور کرے گا۔ اور ایسا شخص ظاہر ہوگا جس کے ذریعہ سے احمدی صفات یعنی جمالی صفات ظہور میں آئیں گی۔ اور تمام لڑائیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ پس اسی وجہ سے مناسب معلوم ہوا کہ اس فرقہ کا نام "فرقہ احمدیہ" رکھا جائے۔ تا اس نام کو سنتے ہی ہر ایک شخص سمجھ لے۔ کہ یہ فرقہ دنیا میں آشتی اور صلح پھیلانے آیا ہے۔ اور جنگ اور لڑائی سے اس فرقہ کو کوئی سروکار نہیں۔"

(اشتہار مورخہ ۴ نومبر ۱۹۰۰ء صفحہ ۳)

پس جس طرح "مہاجرین" کا لفظ سنتے ہی یہ بات ذہن میں آتی ہے۔ کہ صحابہ کرام کی جماعت وہ تھی۔ جنہوں نے اسلام کی خاطر ہر قسم کی قربانی کی۔ حتیٰ کہ انہیں اسلام کی خاطر اپنے عزیز و اقارب۔ مال و متاع اور پیارے وطن کو بھی چھوڑنا پڑا۔ اور "انصار" کا لفظ سنتے ہی ہمارا ذہن اس طرف جاتا ہے کہ صحابہ کرام کا وہ پاکیزہ گروہ تھا۔ جنہوں نے مدینہ میں اپنے مہاجر بھائیوں کو جگہ دی۔ اور اپنے مکانوں اور مال و متاع میں انہیں اپنے ساتھ شریک کر لیا۔ اسی طرح "جماعت احمدیہ" کا نام سنتے ہی ذہن اس طرف متوجہ ہوتا ہے کہ یہ امام مہدی علیہ السلام کی جماعت ہے۔ جس کا کام دنیا میں محبت و پیار اور امن و صلح سے اسلام کی اشاعت ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں اُس مسیح و مہدی کی ایک یہ علامت ہے۔ کہ "یضع الحرب" کہ وہ دین کی خاطر لڑائی کو موقوف کر دے گا۔ اور دلائل و براہین کے ذریعہ اسلام کا غلبہ دیگر ادیان پر ثابت کرے گا۔ اور وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت جمالی یعنی "احمدؐ" کا مظہر ہوگا۔ پس یہ امتیازی نام آپؐ کے کردار اور افعال حسنہ کی طرف اشارہ کرنے والا ہے نہ کوئی قابل اعتراض چیز۔

اب اگر یہ سوال ہو کہ اگر حضرت مرزا صاحب علیہ السلام وہ مہدی اور مسیح ہیں۔ جن کے ذریعہ اسلام کا غلبہ دیگر ادیان پر مقدر تھا۔ تو آپ کو ظاہر ہوئے کافی عرصہ گذر چکا ہے۔ مگر اسلام کو ابھی تک دنیوی اعتبار سے کوئی غلبہ نصیب نہیں ہوا۔ اور دشمنان اسلام نہایت شان و شوکت سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔

اس سوال کے جواب میں یہ امر قابل توجہ ہے کہ قرآن مجید اور احادیث کی روشنی میں "غلبہ اسلام" (جو مسیح و مہدی علیہ السلام کے ذریعہ اسلام کو حاصل ہوگا) سے مراد دینی اور روحانی غلبہ ہے۔ جس کا نتیجہ آہستہ آہستہ دنیوی غلبہ و اقتدار کے رنگ میں ظاہر ہوگا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اُس مسیح موعود کے مخالفین کی مخالفت کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے:

"یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ" (سورۃ الصف)

کہ یہ مخالف اللہ کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھانا چاہیں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنے نور کو مکمل فرمائے گا۔ گویا مسیح موعود کے مخالف تقریروں اور دلائل و براہین کے ذریعہ اسلام کے نور کو مٹانا چاہیں گے مگر اللہ تعالیٰ اُس مسیح موعود کو وہ علوم اور حقائق و معارف عطا فرمائے گا۔ کہ اُس کے بیان کردہ دلائل و براہین کے مقابل میں تمام مذاہب کے پیرو عاجز و مغلوب ہو جائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ اس طرح اسلام کا روحانی اور دینی غلبہ دیگر ادیان پر ظاہر فرمائے گا۔ جب آہستہ آہستہ ان لوگوں پر اپنے مذہب کا بطلان اور اسلام کی حقانیت اور سچائی ظاہر ہوتی جائے گی۔ وہ دین اسلام میں داخل ہوتے جائیں گے۔ آخر ایک زمانہ آئے گا کہ اطراف عالم میں اسلام ہی اسلام ہوگا۔ جب دلائل و براہین کے ذریعہ کفر مٹ جائے گا۔ اور اسلام کا نور ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں پر غالب آئے گا۔ یہی شوکت و غلبہ اسلام کا زمانہ ہوگا۔ چنانچہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے قبل دشمنان اسلام تقریر و تحریر اور دلائل و براہین کے ذریعہ اسلام پر حملہ آور رہتے۔ اور مسلمان اُن کے حملوں کی تاب نہ لا کر عیسائی یا آریہ بن رہے تھے۔ مگر جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ تو آپ نے اسلام کی تائید اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور قرآن مجید کی حقانیت پر مبسوط کتب تحریر فرمائیں۔ اور اُن میں ٹھوس دلائل اور براہین سامعہ رقم فرمائے۔ اور مخالفین اسلام کو بار بار چیلنج و تحدی کی۔ کہ وہ ان دلائل کا مقابلہ کریں۔ جن سے اسلام کی افضلیت دیگر مذاہب عالم پر ثابت کی گئی ہے۔ مگر وہ مقابلہ نہ کر سکے اور مختلف میدانوں میں یہ لوگ بڑی طرح شکست کھا گئے۔ آپ کے بعد کے

(بقیہ صفحہ ۲۲ کالم ۳ پر دیکھیں)

شفاخانہ احمدیہ قادیان

از مکرم کیپٹن ڈاکٹر بشیر احمد صاحب انچارج شفاخانہ

فسادات کے بعد جب نور ہسپتال قادیان پر گورنمنٹ نے قبضہ کر لیا۔ تو دار المسیح میں احمدی آبادی کے لئے ایک فسٹ ایڈ پوسٹ قائم کر لی گئی تھی۔ کچھ عرصہ بعد حالات کے سازگار ہونے پر غیر مسلم مریضوں کا رجوع بھی ہمارے اس چھوٹے سے شفاخانہ کی طرف ہونا شروع ہوا چنانچہ ان مریضوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر موجودہ عمارت میں شفاخانہ کو منتقل کرنا پڑا۔

یہ شفاخانہ گذشتہ پانچ سال مسلم غیر مسلم پبلک کی خدمت کر رہا ہے۔ اور دور نزدیک سے اس شفاخانہ میں مریض علاج کے لئے آتے رہتے ہیں۔

شفاخانہ کی اپنی کوئی بلڈنگ نہیں۔ اور نہ ہی ہمارے پاس اس قدر مالی وسعت ہے۔ کہ ہم انڈور اور آؤٹ ڈور مریضان کے لئے کوئی موزوں عمارت تیار کر سکیں۔ اس لئے موجودہ عمارت جو ایک رہائشی مکان تھا کو بطور آؤٹ ڈور اور اس کے ملحق دو مکانوں کو بطور انڈور استعمال کیا جا رہا ہے۔ انڈور میں ۱۰ چارپائیوں کی گنجائش ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی عمارتوں میں مریضوں کے علاج معالجہ و آرام و آسائش کے سامان بہم پہنچانا ممکن نہیں۔ تاہم جو کچھ میسر ہے اس کا بہترین استعمال کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

شفاخانہ میں روزانہ حاضری میں کثیر تعداد غیر مسلموں کی ہوتی ہے۔ اور ہر طبقہ کے غریب و امیر یکساں فائدہ اٹھاتے ہیں۔ سال رواں میں یکم جنوری ۱۹۵۲ء تا ۳۰ نومبر ۱۹۵۲ء یعنی گیارہ ماہ کے عرصہ میں حاضری مریضان حسب ذیل ہے۔

(۱) کل مریض جن کا علاج کیا گیا	۳۱۶۷۴
کل غیر مسلم مریض	۲۱۳۰۸
کل مسلم بیمار	۱۰۳۶۶

یہ اعداد و شمار صرف آؤٹ ڈور یعنی روزانہ حاضر ہونے والے مریضوں کی ہے۔ ان کے علاوہ انڈور میں اس عرصہ میں ۲۵۰ مریضان کو رکھ کر علاج کیا گیا۔

سوائے چندذی استطاعت مریضان کے باقی سب کا علاج مفت کیا جاتا ہے۔ اور موزوں و جدید ترین ادویات و آلات استعمال کرنے اور مریض کی تکلیف کو جلد از جلد رفع کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا۔

علاج معالجہ میں سہولت پیدا کرنے کے لئے ایک کثیر رقم صرف کر کے ایک لیبارٹری بھی قائم کر لی گئی ہے۔ جس کے ذریعہ صحیح تشخیص میں بہت مدد مل رہی ہے۔ اور جن مریضوں کو خون وغیرہ ٹیسٹ کرانے کے لئے امرتسر بھجوانا پڑتا تھا اب اسکی ضرورت نہیں رہی۔

مستورات کے علاج معالجہ اور زچگی کے لئے ایک ٹرینڈ اور تجربہ کار نرس دایہ کا انتظام گذشتہ سال سے کر لیا گیا ہے۔ جس سے درویش مستورات کے علاج معالجہ میں سہولت کے علاوہ غیر مسلم زنانہ مریضوں کے علاج میں آسانی ہو گئی ہے۔

احمدیہ شفاخانہ خدمت خلق کے علاوہ درویشان اور عام پبلک میں رابطہ و اتحاد بڑھانے میں بہت مددگار ثابت ہوا ہے۔ بلکہ ہمارے پاس یہی ایک ادارہ ہے۔ جس سے ہم غیر مسلموں سے رابطہ پیدا کر سکتے ہیں۔

گو قادیان میں اس وقت ایک سرکاری ہسپتال اور پانچ پرائیویٹ ڈاکٹر کام کر رہے ہیں۔ لیکن خدا کے فضل سے احمدیہ شفاخانہ اخراجات حاضری مریضان کے لحاظ سے سب پر فائق ہے۔

اس شفاخانہ میں ترقی کی بہت گنجائش ہے۔ اگر ہمارے پاس موزوں انڈور کی عمارت ہو۔ تو ایسے مریض جو ہمارے پاس موزوں انڈور نہ ہونے کی وجہ سے دوسرے بڑے ہسپتالوں میں چلے جاتے ہیں۔ یا جگہ نہ ہونے کے باعث انکار کرنا پڑتا ہے۔ ہماری خدمات سے محروم نہ رہیں۔

کام کو زیادہ تسلی بخش چلانے کے لئے ہمیں ایک اور ڈاکٹر کی ضرورت ہے۔ جو باوجود کوشش کے ابھی تک دستیاب نہیں ہو سکا۔ اگر یہ درخواستیں پوری ہو جائیں۔ تو علاقہ میں یہ ادارہ خدا کے فضل سے ایک مفید ادارہ بن سکتا ہے۔

میرا ارادہ اس شفاخانہ کو مزید کارآمد بنانے کے لئے X-Ray (ایکس رے) بھی نصب کرنے کا ہے۔ اور یہ اہم کام بقدر وسعت مالی ہی ہو سکتا ہے

پس اس موقعہ پر صاحب وسعت احباب سے گزارش کروں گا۔ کہ وہ اس مفید اور صدقہ جاریہ کے کام کی طرف بھی نگاہ رکھیں۔ اور اپنی دعاؤں میں ہمیں یاد رکھیں۔

آپ کے مشورہ کی ضرورت ہے

خدا کے فضل سے ہفتہ وار اخبار "بدر" سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی خاص ہدایات کے ماتحت ماہ مارچ ۱۹۵۲ء سے باقاعدہ جاری ہے۔ اور اس پرچہ کے ساتھ اس کی پہلی جلد ختم ہو کر جنوری کا پرچہ دوسری جلد میں شمار ہوگا۔ چالیس پرچے احباب تک پہنچ چکے ہیں۔ اس کے ذریعہ پیش آمدہ ضرورت کسی حد تک پوری ہو رہی ہے۔ اس کی اصلاح و ترمیم کے لئے میدان وسیع ہے۔ لیکن مرکز میں رہنے والوں کو جن مشکلات کا سامنا ہے۔ ان کے دور ہونے کے لئے خاص دعاؤں کی درخواست ہے۔ آپ کے قیمتی مشورہ کی ہر وقت ضرورت ہے۔ تا جہاں تک ہو سکے اس کا معیار بلند کرنے اور اسے زیادہ سے زیادہ مفید بنانے کی کوشش کی جائے۔ آپ کی طرف سے موصول ہونے والی ہر تجویز کو نہایت شکریہ کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔

(ایڈیٹر)

جماعتہائے احمدیہ ہندوستان سے مخلصانہ التماس!

دورِ حاضرہ کا انقلاب عظیم کہ جب ... ہندوستان اور پنجاب کو پالا نہ پڑا ... بلاد مشرقیہ ... اور ہر وہ اور ہر قریہ ... پیٹ ... اور ہندوستان اور پنجاب کا بٹوارہ کوئی ایسا نہیں کہ جس کی حقیقت سے ہر صغیر و کبیر آگاہ نہ ہو۔ تاریخ دنیا پر اگر نظر دوڑائیں۔ اور حکومتوں کے تغیرات پر لطیف نگاہیں ڈالیں۔ تو حقیقت عیاں ہو جاتی ہے۔ کہ جب سے اس زمین و آسمان کے خدا نے انسان کو یعنی اشرف المخلوقات کو پیدا کیا۔ اس قسم کا انقلاب عظیم اور تغیر دیکھنے میں نہیں آیا۔ شہروں کے شہر مٹ گئے۔ گاؤں کے گاؤں اُجڑ گئے۔ اور ... ایک ایک لقمہ کو ترس گئے۔ قتل و غارت کا وہ بازار دلآزار گرم ہوا۔ کہ دشت اور درندگی بھی اس سے ڈر گئی۔ استغفر اللہ۔ توبہ بھلی۔ ماؤں کے پوت۔ سند رسیدت ایک آن کی آن میں قتل ہو گئے۔ اور نیک و شریف بچیاں حیوان نما انسانوں کے ہاتھوں میں آئیں۔ کہ جنہوں نے آج تک نہ اپنے آباء و اجداد کو دیکھا اور ترس گئیں۔ یہ ایسے دردناک حادثات اور واقعات ہیں کہ جن کو سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ... تاریخ ایسے بیان سے عاجز ہے۔

مگر اے انسان با اخلاق انسان اور با خدا ... احمدی ... ہندوستان کے احمدی یا خدام، لجنہ اماء اللہ اور انصار اللہ آپ نے سوچا کہ اس ... کے تغیرات کے موجبات اور وجوہات کیا ہیں۔

اس زمین میں بسنے والے اس واحد یگانہ کو بھول گئے۔ اور خدا سے محبت نہ کی۔ اور طرح طرح کی بدیاں کیں۔ اور ذرہ خوف نہ کھایا۔ اُس نے ایک ... "اگر خالق نہ اُٹھایا" دنیا میں ایک نذیر آیا۔ لیکن دنیا نے اُسے قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ اب خدا تعالیٰ کا غیض و غضب بھڑکا اور اس کے عذاب گونا گوں رنگوں میں آئے۔ کیا ہی سچ فرمایا۔ حضرت مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۔۔

کیوں غضب بھڑکا خدا کا مجھ سے پوچھو غافلو
ہو گئے ہیں اس کا موجب میرے جھٹلانے کے دن
تم تو ہو آرام میں پر اپنا قصہ کیا کہیں
پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے خون برسانے کے دن

ایسا انقلاب عظیم اور ایسے زبردست نشان جس سے زمین لرزی، آسمان بولا، دریا اُمنڈے پہاڑ حرکت میں آئے۔ زمین پر زلزلے پر زلزلے آئے۔ پہاڑ ٹکڑے کر کے دکھائے۔ آسمان سے پانی برسایا۔ جو دریاؤں میں طغیانیاں لایا جس نے شہر و دیہات کو برباد کر دکھایا جنگوں کے نقشے کھینچے۔ جس کے متعلق اس زمانہ کے مامور و مرسل نے قبل از وقت دنیا کو آگاہ کیا ۔۔

کشتیاں چلتی ہیں تا ہوں کشتیاں
زار بھی ہو گا تو ہو گا اس گھڑی باحال زار

کیا آپ نے خدائی وحی کے مطابق ایسے عظیم الشان نشانوں سے اپنے ایمانوں کو تازہ اور یقین کو محکم کیا۔ یقیناً ایسا ضرور

پھر قادیان کی بستی جس میں خدا کی ہستی کا نور نازل ہوا۔ جس کی روشنی نے امرا یورپ کے مادی بادہ خواروں کو جو کہ تین خداؤں کے چکروں میں حیران و سرگرداں تھے۔ ان کے سینوں کو اس نور سے منور کیا۔ اور ایک خدا کا پجاری بنایا۔ اور سفید سفید پرندے پکڑے جو کہ عشق الٰہی اور عشق احمد کی زنجیروں میں جکڑے کشاں کشاں قادیان میں آئے۔ پھر ربوہ میں آئے۔ اب امریکہ سے آ رہے ہیں۔ افریقہ سے آ رہے ہیں۔ جاپان اور ملایا سے آ رہے ہیں۔ نیز دیگر ممالک سے بھی آ رہے ہیں حصول تعلیم اور زیارت کو آ رہے ہیں

مگر میرے عزیزو اور بزرگو کیا میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کتنی دفعہ اور کتنے جلسوں میں قادیان دارالامان میں اس دورِ مہجوریت میں تشریف لائے۔ بیرونی دنیا کے احمدی تو شاید خدا تعالیٰ کے حضور یہ عذر پیش کر سکیں کہ ان کے قادیان آنے کے لئے راستہ میں روکاوٹیں حائل تھیں۔ اور وہ اس بحر ذخار کو عبور نہ کر سکتے تھے۔ لیکن آپ جو قلعہ ہند میں رہتے ہیں۔ اور با آسانی تھوڑی سی قربانی کر کے دیار حبیب میں پہنچ کر اپنے ایمانوں کو جلا اور روحوں کو تازگی دے سکتے ہیں۔ لیکن آپ کے لئے خدا کے حضور کیا عذر ہے۔

قادیان بھی تقدیر الٰہی کی لپیٹ میں آیا۔ لیکن اس کی حسن تدبیر نے ۳۱۳ کو لبسایا۔ ایسا ٹکایا کہ کونے کا پتھر بنا کے رکھایا۔ یہ الٰہی تقدیر ہے۔ کہ قادیان دوبارہ پہلے کی طرح آباد ہو گا۔ یقیناً آباد ہو گا۔ زمین ٹل جائے آسمان پھٹ جائے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں مگر۔ لیکن یہ ناممکن کہ قادیان آباد نہ ہو۔ ہماری زندگی میں ہو یا ہمارے بعد یہ اس کا وعدہ ہے جو ہرگز نہیں ٹلے گا ۔۔

جس بات کو کہے کروں گا میں یہ ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

لیکن مبارک ہیں وہ وجود جو قادیان دوبارہ آدیں۔ اور حصہ دار بنیں اور اُن انعامات کے وارث بنیں۔ جو ایسے مخلصین کے لئے مقدر ہیں۔

ہمارا پیارا امام گیا جس کو جدا ہوئے آج پانچ سال کا عرصہ گذر گیا۔ وہ ایک امانت ہمارے سپرد کر گئے۔ جس کی بجا آوری ہمارا فرض ہے۔ جس کو ہم ادا کر رہے ہیں۔ مگر میں پوچھتا ہوں کہ آپ بھی کبھی آئے۔ اور جلسہ سالانہ میں شمولیت فرمائی۔ آپ تو ہمارے بھائی ہیں۔ اور حصہ دار ہیں۔ اور ہندوستان کے مکین ہیں ۔۔

تشنہ بیٹھے ہو کنارے جوئے شیریں حیف ہے
سر زمین ہند میں چلتی ہے نہر خوشگوار

سو میرے بزرگو۔ عزیزو اور دوستو اور آپ سالانہ جلسہ میں تو کم از کم آئیں۔ آئیں اور مسجد مبارک میں آئیں۔ کل امر مبارک پھر بیت الدعا میں آئیں۔ کہ جو عاشقوں کی قربان گاہ ہے۔ کہ جہاں پر حضرت مسیح پاک نے دعائیں کیں۔ درد مندی سے کیں۔ اور اسلام کی شان و شوکت کے لئے کیں۔ پھر مسجد اقصےٰ میں آئیں۔ کہ جہاں پر حضور نے خطبہ الہامیہ فرمایا۔ اور علمی معجزہ دکھایا اور مقابل پر بلایا۔ اور دس ہزار روپیہ انعام رکھا۔ وہاں منارۃ المسیح دیکھیں اور اپنی آنکھوں کو منور کریں۔ آئیں اور حضرت مسیح پاک کا مزار دیکھیں۔ اور اس بہشتی مقبرہ کو دیکھیں۔ جس کے متعلق الہام الٰہی یہ ہے۔ کہ اس میں ہر قسم کی رحمت نازل کی گئی۔

میرے عزیزو اور بزرگو یاد رکھو قادیان کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما گئے۔ کہ قادیان آ۔ اور بار بار آ۔ جو نہیں آتا مجھے اس کے ایمان میں شبہ ہے۔

پیارے دوستو یہ دن اور یہ راتیں پھر نہیں آئیں گی۔ اور نہ زندگی کا یہ دور پھر آئے گا۔ مبارک ہے وہ انسان جو ان ایام سے فائدہ اُٹھائے اور خدا کے فضلوں کو پائے ۔۔

بیا در بزم ستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

خاکسار

سید محمد شریف صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ قادیان

حضور نے فرمایا:۔

دوستوں کو اپنے بقایائے جلد سے جلد ادا کرنے کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ میں دیکھتا ہوں کہ جب بھی نئے سال کی تحریک ہوتی ہے بعض دوست یہ سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ کہ اب نئی تحریک شروع ہوگئی ہے۔ اور پرانی ختم ہوگئی ہے۔ وہ یہ نہیں سمجھتے۔ کہ وعدہ پورا کرنے میں دیر کرنا انسان کو اس وعدہ سے آزاد نہیں کر دیتا بلکہ اسے زیادہ مجرم بنا دیتا ہے۔ مگر بعض لوگوں کی یہ ذہنیت ہوگئی ہے۔ کہ وہ نئے سال کی تحریک پر پچھلے سال کی تحریک کے وعدہ کو بھول جاتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ اس قسم کی ذہنیت والے آدمی ہی ہیں۔ جو درحقیقت کام کو نقصان پہنچانے والے ہوتے ہیں۔ لیکن جو لوگ وعدہ کرتے ہیں۔ اور پھر ان وعدوں کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ خدا تعالیٰ کے حضور بھی سرخرو ہوتے ہیں۔ اور دین کے کام میں بھی مددگار بنتے ہیں"۔

پس ہر مخلص مجاہد کا فرض ہے کہ وہ جہاں تحریک جدید کے نئے سال میں پہلے سے نمایاں اضافہ کے ساتھ اپنا وعدہ ارسال کرے وہاں اگر وہ گذشتہ سال کا وعدہ ادا نہیں کر سکا تو نئے وعدہ کے ساتھ ہی بقایا سال گذشتہ بھی سو فی صدی ادا کر کے اپنے پیارے امام کے مقدس کلمات کے مطابق خدا تعالیٰ کے حضور سرخرو ہو۔

(وکیل المال تحریک جدید قادیان)

زکوٰۃ کی اہمیت

زکوٰۃ اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ہے۔ جس طرح نماز کا تارک اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجرم ہے اسی طرح ایسا شخص جس کے ذمہ زکوٰۃ واجب ہو چکی ہو۔ اور وہ اسے ادا نہیں کرتا قابل مواخذہ ہے۔

بعض لوگ حصہ آمد چندہ عام یا دیگر صدقات و خیرات کی ادائیگی کو اس کا قائمقام سمجھ کر زکوٰۃ کی ادائیگی سے کوتاہی برتتے ہیں۔ حالانکہ کسی قسم کا کوئی اور چندہ زکوٰۃ کا قائمقام نہیں ہو سکتا جملہ جماعتہائے احمدیہ کے صاحب نصاب احباب کو توجہ دلائی جاتی ہے کہ وہ اپنے ذمہ زکوٰۃ کی واجب رقم کو جلد از جلد ادا کر کے اپنے اموال کو پاک کریں۔

ناظر بیت المال قادیان

رسالہ "درویش" کے متعلق ضروری اعلان

جملہ خریداران رسالہ "درویش" کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ کچھ عرصہ سے رسالہ کی اشاعت کے سلسلہ میں بہت سی رکاوٹیں پیش آ رہی تھیں۔ اور رسالہ کا معیار بھی روز بروز گرتا جا رہا تھا۔ علاوہ ازیں خریداران کی اکثر تعداد نے ابھی تک سال گذشتہ کا چندہ بھی ادا نہیں کیا ہے۔ جس کے نتیجہ میں ہر بار قرض لے کر رسالہ کو شائع کرنا پڑتا تھا۔ ان وجوہات کی بنا پر بزم درویشان کے مشورہ سے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ کہ رسالہ "درویش" کو موجودہ صورت میں بند کر دیا جائے۔ ایسے تمام دوست جو رسالہ کے نئے سال کا چندہ ادا کر چکے ہیں۔ میں ان کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں۔ کہ جلد از جلد ان کی رقوم ادا کر دی جائیں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

ساتھ ہی میں بقایا داران کی خدمت میں التماس کروں گا۔ کہ وہ اپنے بقایاجات کو فوری طور پر ادا کر دیں۔ تاکہ بزم درویشاں اپنے قرضہ جات کو جو اسے رسالہ کی اشاعت کے سلسلہ میں برداشت کرنے پڑے ہیں ادا کر سکے۔

غالباً دفتر خدام الاحمدیہ مرکزیہ قادیان رسالہ ہذا کو اپنے انتظام کے ماتحت جاری رکھنے کی کوشش کرے گا۔ اس کے متعلق بعد میں اعلان کر دیا جائے گا۔

(نوٹ) آئندہ رسالہ "درویش" کے بارہ میں ہر قسم کی خط و کتابت و ترسیل زر خاکسار کے نام پر کی جائے۔ خاکسار مرزا وسیم احمد مرتی بزم درویشاں قادیان

۱۹۵۲/۲/۱۱

عالمگیر مسرت اور شادمانی کا دن کب آئے گا؟

از قلم جناب مولانا ابو العطاء صاحب فاضل جالندھری

اس وقت دنیا میں ہر جگہ دکھ تکلیف اور مصیبت نظر آرہی ہے۔ دل اطمینان سے خالی ہیں اس کی جگہ گھبراہٹ اور بے چینی پھیل رہی ہے۔ قومیں قوموں کی دشمن ہیں۔ اور حکومتیں حکومتوں پر چڑھائی کر رہی ہیں۔ نئی ایجادات کے نتیجہ میں خطرناک اور مہلک ترین اسلحہ کی فراوانی انسانوں کے لئے سخت سراسیمگی کا موجب ہو رہی ہے۔ مذہبی دنیا میں بھی ہوس اور خود پرستی کا دور دورہ ہے مذاہب کے علمبردار بھی خونخوار بھیڑیوں سے کم نہیں۔ حقانیت اور صداقت جو امن کا باعث ہونی چاہئے باہمی جنگ و جدل اور تفرقہ اندازی کی بنیاد بن رہی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ دنیا مسرت و شادمانی کو ترستی ہے اور انسانی روحیں بے تابی سے اس دن کا انتظار کر رہی ہیں۔ جب اس زمین پر خوشی اور سرور کا دور دورہ ہوگا۔

سوال یہ ہے کہ عالمگیر مسرت کس طرح آسکتی ہے۔ اور کس طرح انسان شادمان زندگی بسر کر سکتے ہیں؟ تہذیب و ثقافت اور عقیدہ و مذہب کی غرض و غایت انسان کی انسانیت کو اجاگر کرنے اور اس کی خفتہ روحانی قوتوں کو بیدار کرنے کے سوا کچھ نہیں۔ جس طرح سورج کی روشنی سے نباتات حیوانات اور زندہ انسانوں کی نشوونما میں ترقی ہوتی ہے۔ ان میں قوت و تازگی پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح سچے مذہب، اس کی تعلیمات اور ہدایت سے انسان کی روح صیقل ہوتی ہے اور اس میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے۔ تاریخ سے ظاہر ہے کہ تمام ملکوں میں ایسے مقدس بزرگ گزر چکے ہیں جن کی روحیں اس مادی دنیا کی آلائشوں سے آزاد تھیں اور جو اپنے ہمسایوں، اپنے ساتھیوں، اپنی قوموں، اپنے ملکوں بلکہ اپنے دشمنوں تک کے خیرخواہ تھے۔ انہوں نے تکالیف برداشت کیں دکھ سہے مگر اُف تک نہ کی۔ کسی کو بُرا نہ کہا۔ کسی کو بددعا نہ دی۔ کسی سے انتقام نہ لیا۔ ایسے پارسا لوگوں کے وجود سے کوئی قوم اور کوئی ملک خالی نہیں رہا۔ ایسے لوگ خود بھی امن میں تھے اور دوسروں کے لئے بھی سراپا امن تھے۔ اور سچ یہی ہے کہ حقیقی مومن یہی تھے۔ ایسے ہی مقدسوں سے یہ ظلمت کدہ منور ہو سکتا ہے۔ اور ایسے ہی پاکباز انسان انسانیت کی کشتی کو منجدھار سے پار لے جا سکتے ہیں۔

ہماری فطرتیں کہہ رہی ہیں کہ انسانوں کو بھائی بھائی کے طور پر زندہ رہنا چاہئے۔ ہمارے دل پکار رہے ہیں کہ وہ دن ضرور آئے گا۔ جب یہ تفرقے مٹ جائیں گے۔ اور ملکی اور قومی اور نسلی عصبیتیں ختم ہو جائیں گی اور انسانیت پر ڈالے گئے پردے چاک چاک ہو جائیں گے۔ اختلافات کی خلیج پاٹ دی جائے گی۔ اور بغض و عداوت کے بادل چھٹ جائیں گے۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ ایسی مسرت و شادمانی کا دن کب آئے گا؟ ہم تو اسی دن کی امیدیں لئے بیٹھے ہیں ورنہ یہ جہنم زار دنیا، حساس دل انسانوں کے رہنے کے قابل نہیں۔ الٰہی نوشتوں میں خبر دی گئی ہے کہ جس طرح پرانی عمارتوں کو پیوند خاک کر کے ان کی بنیادوں پر نئے محل تیار کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح اس آخری دور میں باطل تہذیبوں اور انسانیت کش خیالات کو مٹا کر ان کے آثار کو محو کر کے نئے اور پاکیزہ خیالات پر نئی اور امن پرور ثقافت۔ پر انسانیت کے قصر کی تعمیر ہوگی۔ اس دن کے طلوع پر نئی پود خوشی کے شادیانے بجائے گی۔ یہ دن انسانیت کا دن ہوگا۔ ساری قوموں کے نقطۂ توحید پر جمع ہونے کا دن ہوگا۔ یہ عالمگیر مسرت و شادمانی کا دن آئے گا۔ اور ضرور آئے گا۔ اگر انسانوں کی بدعملی سے اس جہان میں نہ آسکا تو ہمارے خدا کے ہاتھ سے جنت میں ضرور آئے گا۔ جب جہنم خالی ہوگا۔ اور سب آدم زاد جنت میں شاداں و فرحاں ہوں گے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین ؎

(حقیقی اسلام بقیہ صفحہ ۲۰)

ظہور کے ذریعہ سے ہوا کا رخ پلٹا۔ اور ہزاروں مرتد مسلمان واپس داخل اسلام ہونا شروع ہوئے۔ دیگر مذاہب کے معتقدین بھی اسلام کی خوبیوں کا اعتراف کر کے مشرف با سلام ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ اور آج آپ کی ہی ایک جماعت ہے۔ جو مختلف براعظموں اور جزائر میں تبلیغ اسلام کر رہی ہے۔ گویا خدا تعالیٰ نے اسلام کے غلبہ کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے بیج بو دیا ہے۔ اور آہستہ آہستہ یہ بیج بڑھ رہا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسلام کے اس شاندار مستقبل کے متعلق فرماتے ہیں:۔

(الف) "اے تمام لوگو! سُن رکھو۔ یہ اُس خدا کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلائے گا۔ اور حجت و برہان کی رو سے سب پر اُن کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا۔ جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا اور ہر ایک کو جو اسکے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے۔ نامراد رکھے گا۔ اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا۔ اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔ اور اب وہ بڑھے گا۔ اور پھولے گا۔ اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۴-۶۵)

(ب) "خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا۔ اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا۔ اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا۔ اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم و معرفت میں کمال حاصل کریں گے۔ کہ اپنی سچائی کے نور اپنے دلائل اور نشانوں کی رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے۔ اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی۔ اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا۔ اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلا آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا۔ اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا۔ اور خدا تعالیٰ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ

"میں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔" سو اے سننے والو! ان باتوں کو یاد رکھو۔ اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھو۔ کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ جو ایک دن پورا ہوگا۔"

(تجلیات الٰہیہ صفحہ ۱۷)

پس "احمدیت" کوئی نیا مذہب نہیں بلکہ "حقیقی اسلام" کا ہی دوسرا نام ہے یہ نام اس طرف اشارہ کر رہا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ دلائل و براہین اور جمالی طریقوں سے اسلام کا غلبہ دیگر ادیان پر ثابت ہوگا۔ اور اسلام کی برتری کو روشن دلائل اور تازہ نشانات کے ذریعہ ظاہر کیا جائے گا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی غرض الہام الٰہی میں "یحیی الدین ویقیم الشریعۃ" بیان کی گئی ہے۔ جس سے یہ امر صاف ظاہر ہے۔ کہ آپ کوئی نیا دین یا شریعت لے کر نہیں آئے۔ بلکہ آپ کا کام دین اسلام کو از سر نو زندہ کرنا اور شریعت اسلامیہ کو پھر سے دنیا اور مسلمانوں میں رائج کرنا ہے۔ اور اس غرض کو پورا کرنے کے لئے آپ ساری عمر کوشاں رہے اور آپ کی وفات کے بعد آپ کی جماعت اس مشن کی تکمیل کے لئے دن رات جدوجہد اور سعی کر رہی ہے۔ پس مبارک ہے وہ شخص جو امام الزمان کی روحانی جماعت میں شامل ہو کر خدمت اسلام کا زریں موقعہ حاصل کرتا ہے۔ اور خدا کی رضا و خوشنودی کو پاتا ہے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین۔